عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۲ | ۲۶/رمضان تا ۹/شوال ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۱/نومبر تا ۴/دسمبر ۲۰۰۳ء | شمارہ: ۲۶ تا ۲۷

قیمت: ۷ روپے

عید الفطر

مُسرّتوں کا دِن

علم کی عظمت اور اس کے آداب

اسلام امن عالم کا علمبردار

معاشرتی اغلاط پر ایک نظر

Email: editorkn@yahoo.com Website: http://www.khatme-nubuwwat.org http://www.khatm-e-nubuwwat.com

نماز عید کی نیت:

س:......نماز عید کی نیت کس طرح کی جاتی ہے؟

ج:......نماز عید کی نیت اس طرح کی جاتی ہے کہ میں دو رکعت نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ واجب مع تکبیرات زائد کی نیت کرتا ہوں۔

بغیر شرعی عذر کے نماز عید مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے:

س:......نماز عید کا مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟

ج:...... بغیر عذر کے عید کی نماز مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔

قبولیت کا دن کس ملک کی عید کا ہوگا؟

س:......مسئلہ یہ ہے کہ چونکہ کرۂ ارض پر عید مختلف دنوں میں ہوتی ہے جیسا کہ ہر سال سعودی عرب میں عید ایک یا دو دن پہلے ہوتی ہے، اس لئے آپ مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ قبولیت کا دن کس ملک کی عید پر ہوگا؟

ج:......جس ملک میں جس دن عید ہوگی، اس دن وہاں اس کی برکات بھی حاصل ہوں گی۔ جس طرح جہاں فجر کا وقت ہوگا، وہاں اس وقت کی برکات بھی ہوں گی اور نماز فجر بھی فرض ہوگی۔

بیرون ملک سے آنے والا عید کب کرے؟

س:......بکر بیرون ملک سے واپس پاکستان آیا۔ اس ملک میں روزہ پاکستان سے پہلے رکھا گیا تھا، اب جبکہ پاکستان میں ابھی روزے باقی ہوں گے تو اس کے ۳۰ روزے ہو جائیں گے، اب وہ اس ملک کے مطابق عید کرے گا جہاں سے آیا ہے یا کہ پاکستان کے مطابق؟ یہ بھی واضح کریں کہ بکر نے بیرون ملک کے مطابق روزہ رکھا، جس دن وہاں عید ہوگی اس دن وہ روزہ رکھ سکتا ہے یا کہ نہیں؟ وہ روزے جو زیادہ ہو جائیں گے وہ کس حساب میں شمار ہوں گے؟

ج:......عید تو وہ جس ملک (مثلاً پاکستان) میں موجود ہے، اسی کے مطابق کرے گا، مگر چونکہ اس کے روزے پورے ہو چکے ہیں، اس لئے یہاں آکر جو زائد روزے رکھے گا وہ نفلی شمار ہوں گے۔

عید کی نماز میں اگر امام سے غلطی ہو جائے تو کیا کرے؟

س:...... اگر عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز پڑھاتے ہوئے امام سے کوئی غلطی ہو جائے تو نماز دوبارہ لوٹائی جائے گی یا سجدہ سہو کیا جائے گا؟

ج:...... اگر غلطی ایسی ہو جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں اور فقہاؒ نے لکھا ہے کہ عیدین میں اگر مجمع زیادہ ہو تو سجدہ سہو نہ کیا جائے کہ اس سے نماز میں گڑبڑ ہوگی۔

اگر عید کی نماز میں تکبیریں بھول جائیں تو؟

س:......عید کی نماز میں اگر امام نے بھول کر چھ تکبیروں سے زیادہ یا کم تکبیریں کہیں، اور اس کا بعد میں احساس ہوا تو کیا نماز توڑ دینی چاہئے یا جاری رکھنی چاہئے؟

ج:......نماز کے آخر میں سجدہ سہو کر لیا جائے۔ بشرطیکہ پیچھے مقتدیوں کو معلوم ہو سکے کہ سجدہ سہو ہو رہا ہے، اور اگر مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے گڑبڑ کا اندیشہ ہو تو سجدہ سہو بھی چھوڑ دیا جائے۔

خطبہ کے بغیر نماز عید کا کیا حکم ہے؟

س:......اگر کوئی امام عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھنا بھول جائے یا نہ پڑھے تو کیا عید کی نماز ہو جائے گی؟ اگر ہو جائے گی تو خطبہ چھوڑنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج:......عید کا خطبہ سنت ہے۔ اس لئے عید خلاف سنت ہوئی۔

نماز عید پر خطبہ، دعا اور معانقہ:

س:......کیا عید پر گلے ملنا سنت ہے؟

ج:......یہ سنت نہیں، محض لوگوں کی بنائی ہوئی ایک رسم ہے، اس کو دین کی بات سمجھنا اور نہ کرنے والے کو لائق ملامت سمجھنا بدعت ہے۔

س:......عید کی نماز میں خطبہ پڑھنے کا صحیح وقت کون سا ہے؟ اس طرح دعا عید کی نماز کے بعد مانگی جائے یا خطبہ کے بعد کرنی چاہئے؟

ج:......عید کا خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔ دعا بعض حضرات نماز کے بعد کرتے ہیں اور بعض خطبہ کے بعد، دونوں کی گنجائش ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور فقہاءؒ سے اس سلسلہ میں کچھ منقول نہیں۔

عید کی نماز کی جماعت سے محروم رہ جانے والا شخص کیا کرے؟

س:......اگر کوئی عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز باجماعت نہ پڑھ سکے تو کیا وہ شخص گھر میں یہ نماز ادا کر سکتا ہے؟ یا اس نماز کے بدلے میں کسی شخص کو کھانا وغیرہ کھلا دیا جائے؟

ج:......عید کی نماز کی قضا نہیں، نہ اس کا کوئی کفارہ ادا کیا جا سکتا ہے، صرف استغفار کیا جائے۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

جلد: ۲۲ شمارہ: ۲۶/۲۷ ۲۶/رمضان تا ۹/شوال ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۱/نومبر تا ۳/دسمبر ۲۰۰۳ء

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

حضرت خواجہ خان محمد زید مجدہٗ

حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہم

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

مولانا محمد اکرم طوفانی

مولانا اللہ وسایا

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ	4
لیلۃ القدر کی برکات (حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ)	6
عید الفطر..... مسرتوں کا دن (ابو شفقت قریشی سہام)	13
اسلام امن عالم کا علمبردار (فاروق اعظم)	15
معاشرتی اختلاط پر ایک نظر (مولانا محمد عاشق الٰہی مدنیؒ)	20
علم کی عظمت اور اس کے آداب (مولانا محمد حسان سکھروی)	23
جواب (جاوید چوہدری)	25

زر تعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 363-9 اور اکاؤنٹ نمبر 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph; 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
Nazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

لاڑکانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادیانی مذہب کی عمارت ڈھے چکی ہے

بعض بیماریاں انسانی جسم کو کمزور و ناکارہ کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے انسان موت کے دہانے تک پہنچ جاتا ہے جبکہ بعض بیماریاں انسانی روح کو لگ جاتی ہیں جس کی وجہ سے روح کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ بظاہر آدمی چلتا پھرتا ہنستا بولتا نظر آتا ہے لیکن روحانی طور پر وہ مردہ ہو چکا ہوتا ہے۔ قادیانیت کا مرض بھی انہی بیماریوں میں سے ایک ہے۔ یہ ام الامراض جس شخص کو لگ جاتا ہے اس کی جان لے کر ہی چھوڑتا ہے۔ اس مرض میں مبتلا مریض روحانی طور پر مردہ ہوتا ہے۔ اگر اس کی روح میں زندگی کی رمق باقی رہ گئی ہوتی ہے تو اسے تائب ہونے کی توفیق مل جاتی ہے اور وہ اس مرض کا مکمل شکار ہونے کے بجائے اس مرض سے شفایاب ہو جاتا ہے لیکن جن شقی روحوں کا خاتمہ اس مرض میں ہوتا ہے ان کی روحیں ہی نہیں بلکہ ان کے چہرے اور جسم پر بھی ان کے خبیث مرض کے اثرات ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ یہ مرض مرزا غلام احمد قادیانی نامی جرثومے کے اثرات سے انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے اوائل میں شروع ہوا۔ اس جرثومے کے اثرات جہاں جہاں پھیلے کینسر ایڈز وغیرہ امراض کی طرح وہاں لوگوں کی روحانی موت واقع ہونی شروع ہو گئی۔ علمائے کرام نے جو اس امت کے روحانی امراض کے مانے ہوئے حکیم ہیں اس موذی مرض کے جرثومے کو ابتداء ہی میں شناخت کر لیا تھا اور لوگوں کو اس جرثومے کے اثرات اور اس سے بچنے کے طریقوں کے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت تھوڑی تعداد میں یہ وائرس لوگوں میں پھیلا لیکن جہاں جہاں یہ وائرس پھیلا وہاں روحانی اموات کی شکل ہی میں اس کا نتیجہ ظاہر ہوا۔ دیگر امراض کے وائرس کی طرح اس وائرس کو دنیا بھر میں پھیلانے میں بھی انگریز کا ہاتھ ہے۔ انگریز تو انسانوں کو کبھی ہنستا کھیلتا، پھلتا پھولتا دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اسے انسانوں سے ویسا ہی بغض ہے جیسا کہ ابلیس کو انسانوں سے ہے۔ اگر ابلیس انسانی صورت میں ہوتا تو شاید اس کی شکل ہو بہو کسی انگریز کی یا اس کے خود کاشتہ پودے کی ہوتی۔ ابلیس نے انگریز کو واسطہ بنا کر انسانوں کے روحانی قتل عام کے لئے قادیانیت کے وائرس کو دنیا بھر میں پھیلانا شروع کیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس روح لیوا مرض کا شکار ہو کر لقمہ اجل بنیں۔ مسلمانوں کو تو پہلے ہی اس وائرس اور اس کے اثرات سے آگاہی تھی اس لئے وہ تو اللہ کے فضل سے وبا کی شکل میں دنیا میں پھیلنے والے اس خطرناک مرض اور اس کے وائرس سے محفوظ رہے لیکن بعض ناعاقبت اندیش لوگ اس مرض کو شفا اور صحت خیال کر بیٹھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اس وائرس کا شکار ہو کر روحانی پستی میں اترتے چلے گئے حتیٰ کہ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی اور وہ روحانی طور پر موت کا شکار ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن گئے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ موذی مرض میں مبتلا شخص جس کا وائرس پھیلنے کا اندیشہ ہو اس کی میت کو جلا دیا جاتا ہے تاکہ دوسرے لوگ اس مرض سے محفوظ رہ سکیں۔ حکیم مطلق نے قادیانیت کے مرض کا یہ علاج تجویز کیا کہ اس مرض میں مبتلا ہو کر جو شخص روحانی موت کا شکار ہو جائے اس کو جہنم کی بھٹی میں جلایا جائے۔

قادیانیت نے انسانیت کو سوائے دعووں' لاف و گزاف' فحش کلامی' شہوت رانی' قادیانی راکل فیملی اور قادیانی جماعت کے بینک بیلنس میں چندوں کے ذریعہ بے پناہ اضافے' اسلام سے خروج اور مسلمانوں کی تضحیک کے اور کیا دیا ہے؟ قادیانیت انسانیت کی تباہی کے لئے ان تمام ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان عمل میں اتری جو ابلیس نے انسانیت کو گمراہ کرنے کے لئے بارگاہ خداوندی سے طلب کئے تھے لیکن اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ قادیانی جماعت کے رہنما' زعما' شعراء' وکلاء' صحافی' دانشور قادیانیت پر لعنت بھیج کر جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اسلام کے دامن میں آتے ہی وہ ابدی سکون محسوس کرتے ہیں جس کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اب مستقبل صرف اسلام کا ہے۔ اس میں نہ قادیانیت کی لن ترانیاں چلیں گی' نہ عیسائیت کی زور زبردستی اور نہ یہودیت کی فتنہ پروری۔ اسلام کا سیدھا' سچا' ابدی' دائمی اور عالمگیر پیغام ہی اب دنیا میں چلے گا۔ دنیا اسلام کے علاوہ دیگر تمام نظاموں کی ناکامی کا کھلے آنکھوں مشاہدہ کر چکی ہے۔ اسلام وہ عظیم دین ہے جو توحید خالص کا درس دیتا ہے' جو نبی کو

اللہ کا بہترین بندہ تو ثابت کرتا ہے لیکن خدا نہیں بناتا' جو نبی کو معراج جیسا معجزہ اور قرآن جیسی سچائی عطا کرتا ہے' جو دنیا کو انسانیت کا درس دیتا ہے' جس کے پیروکار روپے پیسے اور خاندانی بڑائی کی وجہ سے نہیں بلکہ تقویٰ وطہارت کی وجہ سے مقرب بارگاہ خداوندی ٹھہرتے ہیں' جس میں قادیانی جماعت کی طرح مرزا قادیانی کی آل اولاد اور قادیانی جماعت کے فنڈ میں چندہ دینے کے بجائے معاشرے کے غریب اور نادار افراد کو اپنی زکوٰۃ وصدقات دینے کا حکم دیا جاتا ہے' جس میں جنسی انارکی کی قادیانی روش کے بجائے ضبط نفس اور پاکیزگی اختیار کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خود ہی سوچئے کہ ایسا بہترین مذہب جو خود اللہ کا پسندیدہ دین ہے' اگر یہ دین غالب نہیں رہے گا تو کیا قادیان کے لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے والے جنسی مریض مرزا غلام احمد قادیانی کا دین غالب رہے گا؟ قادیانی مذہب کی عمارت ڈھے چکی ہے اور اب صرف اس کا ملبہ اٹھایا جانا باقی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' علمائے کرام اور مسلمانوں کے تعاون سے اس ملبہ کو اٹھانے کی جدوجہد کر رہی ہے تاکہ جلد سے جلد اس ملبہ کو ٹھکانے لگایا جاسکے۔ تمام قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس عظیم جدوجہد میں دامے درمے قدمے سخنے شریک ہوکر انسانی معاشرے کی تطہیر کا سامان کریں۔

لیلۃ القدر کی دعاؤں میں امت مسلمہ کو یاد رکھئے

قارئین ختم نبوت تک جب یہ رسالہ پہنچے گا تو لیلۃ القدر کی مبارک ساعتیں قریب ہوں گی۔ قارئین سے جہاں یہ درخواست ہے کہ وہ امت مسلمہ کو اس وقت اپنی دعاؤں میں نہ بھولیں اور اسلام اور مسلمانوں کو ابتلاء وآزمائش سے نجات کے لئے خصوصی دعائیں کریں' وہاں ہم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ تمام قارئین فتنہ قادیانیت کے خاتمے کے لئے بھی دعاؤں کا اہتمام کریں۔

عید مبارک

رمضان المبارک کا مبارک مہینہ قریب الختم ہے اور عید کی خوشیاں قریب آرہی ہیں۔ رمضان المبارک کی برکات سے عنقریب محرومی کا دکھ بھی ہے اور عید کے دن منانے کا جوش وخروش بھی عید کے اس پرمسرت موقع پر اپنے غریب اور نادار مسلمان بھائیوں کو نہ بھولئے جو مختلف وجوہات کی بنا پر عید کی خوشیاں منانے سے محروم ہیں۔ ان کی حتی الوسع مدد کیجئے اور عید کا سامان کرنے میں ان کا ساتھ دیجئے۔ صدقۃ الفطر کی ادائیگی کے سلسلے میں اکابرین کی سرکردگی میں عالم اسلام کی بقا اور قادیانیت کے استیصال کی جدوجہد کرنے والی عظیم جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو ضرور یاد رکھئے اور مجلس کے بیت المال کو مضبوط کرکے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ انجام دیجئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حق دار بنئے۔

ضروری اعلان

ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے اندرون وبیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایاجات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاددہانی کے خطوط ارسال کئے جاچکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایاجات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی بذریعہ منی آرڈر' چیک یا ڈرافٹ ارسال فرماکر ممنون فرمائیں۔ پنجاب کے بعض علاقوں سے یہ شکایات موصول ہورہی ہیں کہ پوسٹ مین اضافی چارج وصول کرتے ہیں جبکہ ہفت روزہ ختم نبوت رجسٹرڈ رسالہ ہے جسے پاکستان پوسٹ آفس کی جانب سے ڈاک کے رعایتی نرخ یعنی ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ کی سہولت حاصل ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ رسالہ پر ایک روپے کا ڈاک ٹکٹ لگے ہونے کی صورت میں کسی قسم کا اضافی چارج ڈاکیہ کو ہرگز نہ دیا جائے۔

نوٹ: خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

آخری قسط

لیلۃ القدر کی برکات

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

چار آدمی جن کی بخشش شب قدر میں بھی نہیں ہوتی:

اب دوسری بات، حدیث شریف جو میں نے آپ کو سنائی، اس میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ چار آدمیوں کی بخشش اس رات میں بھی نہیں فرماتے۔ رمضان المبارک میں جیسا کہ آپ نے سنا، ہر رات دس لاکھ ایسے آدمیوں کی بخشش کی جاتی ہے کہ جن پر جہنم واجب ہو چکی تھی اور ان سے فرما دیا جاتا ہے کہ جاؤ آزاد کیا، اور رمضان المبارک کی آخری رات میں اتنے لوگوں کو معاف کیا جاتا ہے جتنے لوگوں کو یکم رمضان المبارک سے آخری رات تک معاف کیا گیا تھا۔ اللہ اکبر! اتنے لوگوں کو آزاد کیا جاتا ہے۔ رمضان المبارک میں رحمت الٰہی کا گویا سیلاب ہے، جو بندوں کے گناہوں کو بہا کر لے جاتا ہے۔ لیکن چار آدمیوں کی بخشش رمضان المبارک کی عام راتوں میں تو کیا؟ شب قدر میں بھی نہیں ہوتی۔ بھئی ان سے بڑھ کر بدقسمت کون ہوگا؟ شب قدر میں جب کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے معافی کا اعلان کیا جا رہا ہے، ان کی بخشش نہیں ہو رہی۔ وہ چار کون ہیں؟ ایک تو شراب کا عادی، ایسا بلانوش کہ جس نے شراب سے توبہ نہ کی ہو، اور اس گناہ سے توبہ کرنے کی اس کو توفیق نہ ہوئی ہو۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٰ عارفیؒ کی ایک کرامت:

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحیٰ عارفی نوراللہ مرقدہٗ کا جس دن انتقال ہوا، اس دن ہم لوگ حضرت کے مکان پر جمع تھے، حضرتؒ کے صاحبزادے نے ایک قصہ سنایا، کہنے لگے کہ ایک شخص مطب میں آیا، مجھ سے کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب ٹھیک ہیں؟ اس وقت حضرتؒ کی رہائش بھی اسی احاطے میں تھی، جہاں پاپوش میں حضرتؒ کا مطب تھا اور عصر کے بعد حضرتؒ کی مجلس لگتی تھی۔ میں نے کہا کہ بیٹھے ہیں، مجلس لگی ہوئی ہے۔ مطب کا جو دروازہ احاطے کی طرف کھلتا تھا، اس نے وہ دروازہ کھولا اور دونوں کواڑ پکڑ کر کھڑا ہوا کچھ دیر حضرتؒ کو دیکھتا رہا، اور واپس آ کر دوبارہ بیٹھ گیا، اور کہنے لگا کہ تم کو ایک قصہ سناتا ہوں، میں نہ ان کا شاگرد ہوں، نہ مرید اور میں نے ان کو کبھی دیکھا بھی نہیں تھا، مجھے شراب پینے کی عادت تھی، میری بیوی بچے، دوست احباب سب نے اس کو چھڑانے کی ہر چند کوشش کی لیکن:

"چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی"

ایک شادی کی تقریب میں، میں مدعو تھا، حضرت ڈاکٹر صاحبؒ بھی وہاں تشریف لے گئے اور میرے جانے سے پہلے حضرتؒ وہاں بیٹھک میں تشریف فرما تھے، اور جس طرح اس وقت محفل گرم ہے، اسی طرح لوگ حضرتؒ کے اردگرد جمع تھے، حضرتؒ اپنے ملفوظات بیان فرما رہے تھے، میں دروازے میں داخل ہوا تو حضرتؒ اپنی بات چھوڑ کر میری طرف دیکھنے لگے، اور جب تک میں بیٹھ نہیں گیا، برابر میری طرف دیکھتے رہے، جب میں بیٹھ گیا تو حضرتؒ نے پھر اپنی بات شروع کر دی، وہ دن ہے اور آج کا دن، میں نے دوبارہ نہیں پی۔ ایک نظر کافی ہوگی۔ یہ ہمارے حضرتؒ کی کرامت تھی، حضرتؒ کا شعر ہے:

جسے پینا ہو آنکھوں سے وہ میری بزم میں آئے\
مرا دل چشم مست ناز ساقی کا ہے میخانہ

حضرتؒ کی ایک اور کرامت:

ایک قصہ اور یاد آیا جو ایک بزرگ نے سنایا تھا، ستر (۷۰) سال کے بڑے میاں تھے، حضرتؒ سے تعلق تھا، کسی لڑکی کو ٹیوشن پڑھانے لگے اور وہ بدبخت ان کے دل میں بیٹھ گئی۔ اب ستر سال کا بوڑھا ایک چھوکری کو دل دے بیٹھا۔

بوڑھوں سے بھی پردہ کیا جائے:

بھئی! بڑے بوڑھوں سے بھی پردہ کرنا چاہئے، لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ضعیف العمر بابا جی ہیں، ان سے کیا پردہ؟ حالانکہ لوگ نہیں جانتے کہ پرانا سانپ

زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔ الغرض یہ بڑے صاحب تین چار مہینے پریشان رہے کہ کیا کروں' کسی کو کیسے بتاؤں؟ جب پریشانی حد سے سوا ہوئی تو آخر فیصلہ کرلیا کہ آج حضرتؒ کی خدمت میں جاکر عرض کرتا ہوں' وہ اس بلا سے نجات کی کوئی تدبیر بتلائیں گے' وہ صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مسئلہ بتایا کہ حضرت کیا کروں؟ آپ کوئی تدبیر بتلایئے؟ حضرت نے سن لیا' جواب میں ایک لفظ نہیں فرمایا' بس سن لیا اور خاموش رہے' اس کے بعد دوسرے لوگ آ گئے' حسب معمول حضرت کے ملفوظات شروع ہوئے' کافی دیر تک مجلس جاری رہی' جب میں حضرتؒ کی مجلس سے اٹھا تو دل بالکل صاف تھا' اس میں کوئی کوڑا کرکٹ باقی نہیں رہا تھا۔ یہ ہمارے حضرتؒ کی کرامت تھی۔

شراب خانہ خراب کی بربادیاں:

شراب اتنی گندی چیز ہے کہ دل کو گندہ کردیتی ہے' جس طرح پیشاب نجاست غلیظہ ہے' اسی طرح شراب بھی نجاست غلیظہ ہے' لوگ اس سے تو گھن کرتے ہیں' مگر اس "شراب خانہ خراب" سے گھن نہیں کرتے' حالانکہ ام الخبائث ہے' کہتے ہیں کہ ایک بزرگ کسی بدمعاشوں کے ٹولے میں پھنس گئے تھے۔ ان کو مجبور کیا گیا کہ یہ بچہ ہے' اس کو قتل کرو' یا یہ عورت ہے' اس کے ساتھ بدکاری کرو' یا کم سے کم درجہ میں یہ شراب ہے' یہ پی لو ورنہ تمہیں قتل کرتے ہیں۔ یہ پریشان ہوئے کہ یااللہ! جان بچانے کے لئے کیا صورت اختیار کروں؟ انہوں نے سوچا کہ ان تینوں کاموں میں شراب پینا سب سے ہلکا کام ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ جو شخص دو برائیوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کردیا جائے' اسے چاہئے کہ سب سے کم درجہ کی برائی کو اختیار کرے' یہ سوچ کر انہوں نے اس کو اختیار کرلیا۔ شراب بڑی تیز تھی' شراب پینے کے بعد مدہوش ہوگئے' مدہوشی کے عالم میں بچے کو بھی قتل کیا' زنا کا بھی ارتکاب کیا' تینوں کام مکمل ہوگئے' اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں' واقعی یہ ام الخبائث ہے' عقل و خرد اور ہوش و حواس کی دشمن ہے۔ تو جو لوگ کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سے بخشش کے طالب ہوں' وہ اس ام الخبائث سے توبہ کرلیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ شراب پینے سے چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔ (مشکوٰۃ شریف)

مغفرت مانگنے والوں کو توبہ لازم ہے؟

میں نے ابھی کہا کہ اس بزرگ نے سمجھا کہ یہ ہلکا کام ہے' قتل اور زنا اس سے بدتر کام ہیں' لہٰذا ہلکا کام کرلو۔ آپ خود سوچ لیں کہ جو لوگ شراب کے عادی ہیں' جب شب قدر میں ان کی بخشش نہیں ہوتی تو اس سے بڑے گناہوں میں جو لوگ مبتلا ہیں ان کی بخشش کیسے ہوگی؟ اس لئے بخشش مانگنے کے لئے شرط ہے کہ ہم تمام گناہوں سے توبہ کرلیں' جن کو ہم جانتے ہیں ان سے بھی اور جن کو ہم نہیں جانتے ہیں ان سے بھی' جو گناہ اعلانیہ کرتے ہیں ان سے بھی' اور جو چھپ کر کرتے ہیں ان سے بھی' اس لئے کہ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے یہ شخص اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہے' لعنت اور رحمت دونوں جمع نہیں ہوسکتیں' جب تک کہ آدمی توبہ نہ کرلے' رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ اللہ کی رحمت کا مستحق اسی وقت ہوسکتا ہے' جب کہ آدمی کبیرہ گناہ سے توبہ کرلے تاکہ لعنت اس کا پیچھا چھوڑ دے اور رحمت خداوندی اس کی طرف متوجہ ہوجائے۔

توبہ کے کیا معنی ہیں؟

اور "توبہ" کے معنی محض زبان سے توبہ کا لفظ بولنا نہیں ہے۔ صرف زبان سے کہہ دو یااللہ میری توبہ' یااللہ میری توبہ' یااللہ میری توبہ' یہ حقیقی توبہ نہیں ہے' بلکہ توبہ کے ظاہری الفاظ ہیں' ایک عارف کا شعر ہے:

سبحہ درکف' توبہ برلب' دل پر از ذوق گناہ
معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

یعنی ہاتھ میں تسبیح ہے' زبان پر توبہ ہے' لیکن دل گناہ کے ذوق سے بھرے ہوئے ہیں' گناہوں کو چھوڑنے کی نیت نہیں۔ ہم سب ایسا ہی استغفار کرتے ہیں' یااللہ توبہ' یااللہ معاف کردے' تو گناہ کو ہماری ایسی توبہ پر ہنسی آتی ہے کہ دل کو تو گناہ کی گندگی سے دھونے اور صاف کرنے کا ارادہ نہیں کرتا' لیکن زبان سے توبہ کررہا ہے۔ توبہ کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ظاہر اور باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی کے طالب بنیں' گناہ کو ترک کردینے کا عزم اور ارادہ کرلیں اور گناہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دین و ایمان کو جو نقصان پہنچا ہے' اس کی تلافی کرنے کا بھی عزم کریں' مثلاً بے نمازی ہے' نماز نہیں پڑھتا' یا گنڈے دار پڑھتا ہے' جب پوچھا جائے کہ بھئی! نماز بھی پڑھتے ہو؟ تو کہتا ہے کہ کبھی کبھی پڑھ لیتے ہیں' جب فرصت ہوتی ہے۔ نہ بھائی! نماز تو ایسی چیز نہیں ہے جو کبھی کبھی پڑھی جائے' یہ تو ایمان کی غذا ہے' جس طرح بدن کی غذا ہوتی ہے۔ کوئی آپ سے پوچھے کہ آپ کھانا کھایا کرتے ہیں؟ تو کیا آپ یہ جواب دیں گے کہ کبھی کبھی کھالیا کرتے ہیں؟

توبہ کے قبول ہونے کے لئے شرط:

توبہ کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ گناہوں کو چھوڑنے کا عزم کرلیا جائے' پختہ ارادہ کرو کہ آئندہ ٹی وی نہیں دیکھیں گے' نامحرموں کو نہیں دیکھیں گے' کسی کی غیبت یا چغلی نہیں کریں گے' عورتیں بے پردہ نہیں نکلیں گی' اسی طرح دوسرے جتنے بھی گناہوں میں مبتلا ہیں' ان کو چھوڑنے کا عزم کرو' میں نے مثال

کے طور پر دو تین چیزیں بتائی ہیں' ورنہ ہم بہت سے کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہیں' اور ان سب سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اب ہماری حالت تو یہ ہے کہ اگر کوئی ہم کو نصیحت کرے کہ یہ کام نہ کیا کرو تو ہم اس کے ساتھ لڑ پڑتے ہیں اس کو برا بھلا کہتے ہیں' اب تم ہی بتاؤ کہ جب دل سے سچی توبہ ہی نہ ہوئی ہو تو صرف زبان سے توبہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جب دل تائب نہ ہوا اور دل نے عزم نہ کیا ہو گناہ کو چھوڑنے کا' گناہ کی لذت' گناہ کی لعنت' گناہ کی نحوست اور گناہ کی سیاہی ہمارے قلب پر چھائی ہوئی ہے تو پھر زبان سے توبہ کرنے کے کیا معنی ہوئے؟ اور اس پر توبہ کا ثمرہ کیا مرتب ہوگا؟ میری بہنیں اور بیٹیاں اگر بے پردگی نہ چھوڑیں اور ہزار بار روزانہ استغفار پڑھا کریں تو اس کا کوئی نفع نہیں ہے عزم کرو گناہوں کو چھوڑنے کا' جو گناہ ہمیں معلوم ہیں اور جن گناہوں میں ہم ملوث ہیں اور جن کی وجہ سے ہمارا دامن ایمان نجس ہو رہا ہے' ان کو چھوڑنے کا عزم کریں' گناہوں کو چھوڑنے کا عزم کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئیں اور صرف ایک مرتبہ کہہ دیں کہ یا اللہ! میں نے گناہوں کو چھوڑنے کا سچے دل سے ارادہ کر لیا ہے' مجھے معاف کر دیجئے' اللہ تعالیٰ فوراً معاف کر دیتے ہیں' اسی (۸۰) سال کے گناہوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں۔

حقوق العباد کے معاملے میں توبہ:

اگر حقوق العباد کا معاملہ ہے تو ان حقوق کو ادا کریں۔ کسی کے پیسے دینے ہیں اور وہ مانگتا ہے' تم نہیں دیتے' کسی کے مکان پر قبضہ کیا ہوا ہے' وہ شریف آدمی کہتا ہے کہ چھوڑ دو' تم نہیں چھوڑتے۔ یہاں قانون تمہیں سہارا دے دے گا' لیکن اللہ کی بارگاہ میں تمہارا کوئی سہارا نہیں ہوگا' بلکہ تنہا ہو گے اور وہاں تمہیں یہ حقوق ادا کرنے پڑیں گے۔ لہٰذا بندوں کے جتنے حقوق تمہارے ذمہ ہیں' ان سب کو ادا کرو یا معاف کرالو' اس کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوگی۔ تو پہلی بات تو یہ ہوئی کہ کبیرہ گناہوں کو ترک کرنا اور اس کا عزم کرنا مغفرت کے لئے شرط ہے' ورنہ مغفرت نہیں ہوتی' اس بابرکت رات میں بھی نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت بہت وسیع ہے' کیا ہم اور کیا ہمارے گناہ' اللہ کی رحمت کے مقابلے میں یہ کیا چیز ہیں؟ ساری دنیا کی ساری مخلوق کے گناہ بھی جمع کر لئے جائیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک چھینٹا ساری مخلوق کے سارے گناہوں کو دھونے کے لئے کافی ہے' مگر سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں تو سہی' اور سچے دل کے ساتھ اپنے گناہوں' اپنی نافرمانیوں اور اپنی خباثتوں کو چھوڑنے کا تہیہ کر کے تو آئیں۔

ایک حدیث قدسی:

حدیث قدسی میں آتا ہے (حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف کسی بات کی روایت کریں کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں' جیسے صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے' اور جس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' یا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' تو وہ حدیث' حدیث قدسی کہلاتی ہے) تو ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں اور اس کی بلندی تک پہنچ جائیں' یعنی ان سے آسمان اور زمین کا خلا بھر جائے اور تو سچے دل سے تائب ہو کر میرے پاس آئے اور مجھ سے بخشش کی درخواست کرے تو میں تیری مغفرت کروں گا۔ "ولا ابالی" اور میں تیرے گناہوں کی کثرت کی کوئی پرواہ نہیں کروں گا' اور نہ ان سے میرا کچھ بگڑے گا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۴)

مناجات مقبول میں ہمارے حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے قرآن و حدیث کی دعائیں جمع فرمائی ہیں' اس میں ایک دعا یہ نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ الفاظ کہا کرتے تھے:

"یامن لا تضرہ الذنوب ولا تنقصہ المغفرۃ' اغفرلی مالا یضرک وھب لی مالا ینقصک"

ترجمہ: "اے وہ ذات! جس کو نقصان نہیں دیتے گناہ اور مغفرت کرنا اس کے خزانوں میں کمی نہیں کرتا' جس چیز سے آپ کی کمی نہیں ہوتی وہ مجھے عطا فرما دیجئے اور جو چیز آپ کو نقصان نہیں دیتی وہ مجھے معاف فرما دیجئے۔"

الغرض ہمارے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا' ہمارے حضرت حکیم الامت تھانویؒ ارشاد فرماتے تھے کہ بعض لوگ اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں' اور یوں کہنے لگتے ہیں کہ میرے گناہ بہت ہیں' بہت ہیں' بہت ہیں۔ واقعی بہت ہیں' اب یہ بے چارہ نادان بچہ سمجھتا ہے کہ اتنے گناہ کیسے معاف ہوں گے؟ فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی سر سے پاؤں تک گندگی میں ملوث تھا' گندگی اور نجاست میں اس کا پورا بدن لت پت تھا' اب وہ دریا کے کنارے کھڑا ہے اور دریا کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں کس منہ سے تجھ میں اتروں' میں تو اتنا گندا ہوں' اتنا گندا ہوں' اگر میں تجھ میں اتر گیا تو میری گندگی تجھ کو بھی گندا کر دے گی' اور میری نجاست کی وجہ سے تو بھی نجس

ہوجائے گا' ناپاک ہوجائے گا۔ اس کے جواب میں دریا کہتا ہے کہ ارے تیرے جیسی گندگیاں ہزاروں یہاں چلتی ہیں' تو آ کر تو دیکھ! تیری گندگی بھی صاف ہوجائے گی اور میرا بھی کچھ نہیں بگڑے گا۔ ایک آدمی کے نہانے سے کیا سمندر گندا ہوجاتا ہے؟ دریا گندا ہوجاتا ہے؟ حضرت فرماتے تھے کہ ہماری یہی مثال ہے۔ سمندر تو ایک مخلوق ہے' اس میں دنیا بھر کی گندگیاں ڈال دی جائیں تب بھی وہ ناپاک نہیں ہوتا' بلکہ ساری غلاظتوں کو ختم کردیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہمارے گناہوں سے کیا بگڑتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک چھینٹا ساری دنیا کے گناہوں کی گندگی دھونے کے لئے کافی ہے' اس لئے یہ نادانی کی بات ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کی کثرت کو دیکھ کر رحمت خداوندی سے مایوس ہوجائے۔ غرض یہ کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے طالب ہیں اور اس سے بخشش مانگنے کے لئے آئے ہیں' لیکن بھائی اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم سچے دل سے تائب ہوکر آئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائیں (آمین)۔ آپس کے جو حقوق ہیں' وہ بھی ادا کردیں' آپس میں ایک دوسرے سے معافی تلافی بھی کرلیں۔

والدین کا نافرمان:

دوسرا آدمی جس کی مغفرت نہیں ہوتی' وہ والدین کا نافرمان ہے۔ یہ والدین کی نافرمانی بھی بڑی عجیب چیز ہے' آدمی کو اتنا تو سوچنا چاہئے کہ میرے والدین اگر نہ ہوتے تو میرا وجود نہ ہوتا' میرے وجود کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو بنایا' اب جن والدین کے وجود کو ہمارے وجود کا ذریعہ بنایا گیا' یہ انہی والدین کا مخالف ہے' انہی کا دشمن ہے' انہی کا نافرمان ہے۔ ماں نے ۹ مہینہ کم وبیش اس کو پیٹ میں رکھا' جس حالت میں رکھا' اور پھر جس حالت میں اس کو جنم دیا' وہ اس کی ماں سے پوچھو' پھر دو سال تک اسے اپنے جگر کا خون پلایا' جس کو دودھ کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس کے خون جگر کو دودھ میں تبدیل فرمادیتے ہیں' پھر اس کی سردی وگرمی کا' اس کی ضروریات کا احساس کیا' اس کو سوکھے میں لٹایا' خود گیلے میں لیٹی' صاحب بہادر بیمار ہوگئے تو ماں باپ دونوں نے اس کو ہاتھوں میں لے کر رات آنکھوں پر کاٹی' والدین کا اتنا حق ہے کہ اولاد کسی صورت میں اس حق کو ادا نہیں کرسکتی۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے والد کا حق کس طرح ادا کرسکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا' نہیں! والد کا حق ادا نہیں ہوسکتا' صرف ایک صورت ہے کہ وہ غلام ہو تو اس کو خرید کر آزاد کردے تو کسی درجہ میں والد کا حق ادا ہوجائے گا۔ والدین کے اتنے احسانات ہیں اولاد پر کہ ان کا بدلہ چکانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ایک صاحب نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! والدین کا اولاد کے ذمہ کیا حق ہے؟ فرمایا وہ تیری جنت ہیں یا تیری دوزخ ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱)

والدین کو دیکھنے پر حج کا ثواب:

ایک حدیث میں ہے کہ جو فرمانبردار اولاد نظر رحمت کے ساتھ والدین کے چہرے پر نظر ڈالے تو ہر بار نظر ڈالنے پر اس کے لئے حج مبرور کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر دن میں سو مرتبہ دیکھے تو سو حج کا ثواب لکھا جائے گا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ بڑا ہے' اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱)

یعنی حق تعالیٰ شانہ کی عنایتیں اور رحمتیں ہمارے پیمانہ عقل وفہم سے بالاتر ہیں' روزانہ سو حج کا ثواب لکھا جانا کون سی بڑی بات ہے کہ اس پر تعجب کا اظہار کیا جائے۔ پس جب والدین کا یہ درجہ ہے کہ ان کے چہرے پر ایک بار نظر رحمت ڈالنا حج مبرور کا ثواب رکھتا ہے تو والدین کی نافرمانی وگستاخی کا وبال بھی اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے' تو والدین کے نافرمان کی اس رات میں بھی اگر بخشش نہ ہو تو کوئی بعید نہیں' اس لئے کہ جرم ہی اتنا بڑا اور سخت ہے۔ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا اور کہا یارسول اللہ! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: پھر اس کو لازم پکڑ' کیونکہ جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے' اور یہ تو بہت ہی مشہور حدیث ہے کہ: "الجنة تحت اقدام الامهات" (حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱) یعنی' جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔" ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس گناہ کو چاہیں بخش دیں' سوائے والدین کی نافرمانی کے کہ اس کی سزا اللہ تعالیٰ اس شخص کو مرنے سے پہلے زندگی میں دیتے ہیں۔

والدین کی نافرمانی کا دنیا میں وبال:

میں نے اپنی مختصری زندگی میں اس حدیث کی تفسیر اپنی آنکھوں سے دیکھی' چنانچہ فرمانبرداروں کو پنپتے دیکھا اور والدین کے نافرمانوں کو ہلاک اور ذلیل وخوار ہوتے دیکھا۔ دراصل دنیا دارالجزا نہیں' جزا وسزا کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن رکھا ہے۔ جرائم کی سزائیں اللہ تعالیٰ نے قیامت پر اٹھا رکھی ہیں' یہاں جرم کی سزا نہیں دیتے' ہاں! تھوڑی سی گوشمالی کردیتے ہیں' ورنہ پوری سزا آگے قیامت کے دن ملے گی' لیکن ظلم' قطع رحمی اور والدین کی نافرمانی یہ

ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی "سزا" دنیا میں نقد ملتی ہے، اور ظالم قطع رحمی کرنے والا اور والدین کا نافرمان اپنے کئے کی پاداش سے بچ نہیں سکتے۔

اولاد کی نافرمانی میں والدین کا قصور:

اس زمانے میں تو والدین کی عزت و آبرو کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور اس میں قصور اکیلا صرف اولاد کا نہیں، بلکہ تھوڑا سا قصور والدین کا بھی ہے۔ مرحوم اکبر الٰہ آبادی کے بقول:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ہمارے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم مادیت کی تعلیم ہے، یہ انسانیت کی تعلیم نہیں، بلکہ حیوانیت کی تعلیم ہے۔ پس جب انسانیت مفقود ہو اور انسانیت کی تعلیم مفقود ہو تو والدین کی قدر کیا ہوگی؟ یہ تو خاصۂ انسانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بلا سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

غلط کام میں والدین کی فرمانبرداری جائز نہیں:

میں اپنے عزیز بچوں اور نوجوانوں کو بطور خاص نصیحت کرتا ہوں کہ والدین کی نافرمانی کے مرتکب نہ ہوں۔ اگر وہ ظلم کریں، ستائیں، زیادتی کریں، تب بھی تم خاموش رہو، تم کوئی گستاخی کا لفظ نہ کہو، بلکہ صبر و تحمل سے کام لو، وہ گالی نکالیں، برا بھلا کہیں، تب بھی پلٹ کر جواب نہ دو، بلکہ سر جھکائے خاموش رہو، لیکن اگر وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان کی بات ہرگز نہ مانو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اگر وہ (تیرے والدین) تجھ کو مجبور کریں اس بات پر کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرائے ایسی شخصیت کو جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مانو۔" (لقمان:۱۵)

اور حدیث شریف میں ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔"

شوہر بیوی کو کسی غلط کام کا حکم کرتا ہے تو ہرگز نہ مانے۔ والدین اولاد کو غلط بات کا حکم کرتے ہیں تو ہرگز نہ مانے، لیکن ان کی گستاخی و بے ادبی بھی نہ کرے۔ یہ وہ پل صراط ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ بعض لوگوں کو بزرگی کا "ہیضہ" ہو جاتا ہے۔ ماں باپ گناہگار ہیں، نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، اور یہ پکا صوفی ہے، اب والدین کو نظر حقارت سے دیکھے گا۔ ایسا ہرگز نہ کرو، یہ غلط بات ہے، ان کی خیر خواہی کی کوشش کرتے رہو، ادب و احترام کے ساتھ ان کو سمجھاؤ، اگر تمہارا کسی طرح بس نہیں چلتا تو اتنا تو بس چل سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے گڑگڑا کر دعا کرو۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل نہیں اور تمہارے والدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر سے زیادہ برے نہیں ہیں۔ وہ دھکے دے کر ابراہیم علیہ السلام کو گھر سے باہر نکال رہا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ نکل جا یہاں سے، میرے گھر سے دفع ہو جا، جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو صرف اتنا فرما رہے ہیں:

"میں اپنے رب سے تیرے لئے بخشش کی دعا کروں گا، وہ مجھ پر بڑا شفیق ہے۔" (مریم:۴۷)

تمہیں گھر سے نکال دیں، اف نہ کرو۔ باقی اتنی بات ضرور ہے کہ یہ ایک پہلو ہے، دوسرا پہلو میں نے ذکر نہیں کیا، وہ یہ کہ والدین کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ تمہارے ماں باپ تو جہنم کے راستے پر چل ہی رہے ہیں، لیکن وہ چاہتے ہیں کہ وہ اکیلے نہ جائیں، بلکہ تم کو بھی ساتھ لے کر جائیں، اگر ان کی گستاخی کروگے یا ناجائز کام میں ان کی بات پر عمل کروگے تو انشاء اللہ دونوں سیدھے جہنم میں پہنچیں گے۔ اگر والدین اولاد پر ظلم کرتے ہیں، ان کو ناجائز بات کا حکم کرتے ہیں تو انشاء اللہ سیدھے جہنم میں جائیں گے، لیکن اگر اولاد والدین کی گستاخی کرتی ہے، بے ادبی کرتی ہے، ان پر ہاتھ اٹھاتی ہے تو یہ والدین سے بھی پہلے جہنم میں جائیں گے۔ اس لئے والدین کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے، اتنا بڑا گناہ ہے کہ شب قدر میں بھی معاف نہیں ہوتا۔

قطع رحمی کا گناہ:

اور تیسرا شخص "قطع رحمی" کرنے والا، جس نے اپنے عزیز رشتہ داروں سے قطع تعلق کر رکھا ہو۔ قطع رحمی کا وبال اوپر ذکر کرچکا ہوں کہ ایسا شخص دنیا میں ہی سزا پاتا ہے، اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے:

"قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔"

یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ جنت سے بھی محروم کردیتا ہے، دنیا کے آرام اور چین سے بھی اور شب قدر میں بخشش سے بھی۔ نعوذ باللہ۔

کینہ پروری کا گناہ:

اور چوتھا وہ آدمی، جس کے دل میں کسی مسلمان کی جانب سے کینہ ہو۔ ان لوگوں کی مغفرت اس رات میں بھی نہیں ہوتی۔

جنت میں صرف پاک لوگ جائیں گے:

خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں ناپاک لوگ نہیں جائیں گے، صرف پاک لوگ جائیں گے، اور پاک

ہونے کی آسان صورت یہ ہے کہ توبہ کرلو۔ میں نے ابھی کہا کہ اسی (۸۰) سال کا کافر ومشرک و بے ایمان سچے دل سے تائب ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کوبخش دیتے ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے انتظار میں ہیں کہ بندہ آئے' آکر توبہ کرے' اور میں اس کے گناہ معاف کروں۔ حق تعالیٰ شانہ کو بندے کی توبہ سے اتنی خوشی ہوتی ہے' جس کا ہم تصور نہیں کرسکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک مسافر سفر پر جارہا تھا' صحرا کا سفر تھا' اس کی سواری کے اونٹ پر اس کا توشہ لدا ہوا تھا' کھانا پانی' دوپہر کا وقت ہوا تو سواری کو باندھ کر ایک درخت کے سائے میں ذرا ستانے کے لئے لیٹ گیا۔ آنکھ کھلی تو اونٹ غائب۔ ادھر ادھر دیکھا' کہیں اس کا سراغ نہیں مل رہا۔ اب بیاباں ہے' جنگل ہے' صحرا ہے' ریگستان ہے' اس میں سفر کرنا ممکن نہیں۔ اس نے سوچا کہ اگر باہر نکل کر ریگستان کے صحرا میں چلوں گا تو تڑپ تڑپ کر بھوک پیاس سے مروں گا۔ بہتر ہے کہ درخت کے سائے میں ہی مرجاؤں۔ مرنے کی نیت سے اسی درخت کے نیچے آکر پھر لیٹ گیا۔ اب تو موت سامنے آگئے۔ ذرا سی اس کی آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہی اونٹ اس کے سامنے موجود ہے' اوپر توشہ اور سامان سارا موجود ہے' اس کو اتنی مسرت ہوئی' اتنی خوشی ہوئی کہ بے اختیار کہنے لگا: "اللّٰھم انت عبدی وانا ربک" یعنی اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اخطاء من شدۃ الفرح" کہ اس کو اتنی خوشی ہوئی کہ اس غریب کو یہ بھی خیال نہ رہا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں' الٹ معاملہ کردیا' کہنا تو یہ تھا کہ یا اللہ! میں تیرا بندہ ہوں' تو میرا رب ہے۔ آپ نے مہربانی فرمائی کہ میرا اونٹ واپس فرمادیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آدمی کو اتنی خوشی ہوئی کہ خوشی سے پاگل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے شفقت:

ایک جہاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے' دریافت فرمایا: کون لوگ ہو؟ عرض کیا: ہم مسلمان ہیں' ایک خاتون آگ جلارہی تھی' آگ بھڑکتی تو بچے کو ہٹادیتی' وہی خاتون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی' عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا: ہاں! عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا اللہ تعالیٰ الرحم الرحمین نہیں؟ فرمایا: بلاشبہ! عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بڑھ کر شفیق نہیں جتنی کہ ماں اپنے بچے پر شفیق ہوتی ہے؟ فرمایا: بے شک! عرض کیا: میں تو اپنے بچے کو اپنے ہاتھ سے آگ میں نہیں ڈال سکتی' اس خاتون کی بات سنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر جھکا کر رونے لگے' پھر سر اٹھا کر اس سے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں عذاب دیتے مگر ایسے سرکش کو' جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی کرے' اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے "لا الٰہ الا اللہ کہنے" سے انکار کردے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۸)

الغرض تمام ماؤں کی ممتا جمع کرلی جائے تو اللہ تعالیٰ کی شفقت کو نہیں پہنچ سکتی' جتنی بندوں سے اللہ تعالیٰ کو شفقت ہے' اب اگر بندے اپنی حماقت سے خود دوزخ میں چھلانگیں لگائیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے سے انکار کردیں تو اس کا کیا علاج ہے؟ ورنہ اللہ اپنے بندوں کو دوزخ میں نہیں ڈالنا چاہتے' اللہ تعالیٰ تو تمہیں بخشنا چاہتے ہیں' تمہیں جنت میں داخل کرنا چاہتے ہیں' اسی لئے رمضان المبارک میں جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے گئے ہیں' اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی اعلان کررہا ہے: "ھل من مستغفر فاغفرلہ" کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس کی بخشش کروں؟ آؤ اس سے بخشش مانگو تاکہ تم کو بخش دیا جائے' لیکن بخشش مانگنے کے لئے لازم ہے کہ توبہ صحیح کرو' سچی توبہ کرو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی بارگاہ میں خالص اور سچی توبہ۔"

(التحریم:۸)

اگر سچی توبہ کے بغیر مرگئے تو جہنم میں ڈال کر پاک کئے جاؤ گے' قبر میں پاک کئے جاؤ گے' قبر اور دوزخ کا عذاب جھیل کر پاک ہوگے' اس سے بہتر یہ ہے اور بہت آسان نسخہ ہے کہ سچی توبہ کرکے یہیں پاک ہوجاؤ' کیونکہ جنت میں تو جس کو بھی لے جائیں گے پاک کرکے لے جائیں گے' تو کیا ہی اچھا ہو کہ ہم سچی توبہ کرکے یہیں سے پاک ہوکر جائیں۔ پوری ندامت کے ساتھ' دل کی ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرلیں۔

ایک جامع دعا:

ایک حدیث سناتا ہوں' ایک دن ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عشاء کی نماز پڑھ کر دعا مانگ رہی تھیں' دعا لمبی ہوگئی اور وہ مسلسل مانگ رہی تھیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے' ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوت میں کوئی بات کرنی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: عائشہؓ! تم ایک طرف ہو جاؤ' دعا چھوڑ دو' ہم تمہیں ایک دعا بتائیں گے' وہ مانگ لینا' وہ تم کو کافی ہو جائے گی' انہوں نے اپنی دعا ختم کی اور ایک طرف ہو گئیں' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوت میں مشورہ کیا' جب وہ رخصت ہو کر چلے گئے تو حضرت عائشہؓ آئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے دعا سکھانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ فرمایا: ہاں! تمہیں دعا سکھا دیتے ہیں' تم یہ دعا کرو:

اللھم انی اسئلک من خیر ما سالک منہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم واعوذ بک من شر ما استعاذک منہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔"

"یا اللہ آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے جتنی خیر کی چیزیں مانگی ہیں' میں بھی مانگتی ہوں' اور آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے جن جن چیزوں سے پناہ مانگی ہے' میں بھی ان سے پناہ مانگتی ہوں۔"

بس دعا مکمل ہو گئی' گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں جتنی دعائیں کیں' وہ پرچہ بنا کر دے دیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ تم اس دعاؤں کے پرچے کے نیچے دستخط کر دو۔ پرچہ پہلے سے چھپا ہوا ہے' نیچے تمہارے دستخط ہو گئے' تو وہ ساری دعائیں تمہاری طرف سے ہو گئیں' اور اللہ تعالیٰ ان کو منظور فرمائیں گے۔ تو جامع ترین دعائیں اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو' اور خیر کی چیزیں مانگا کرو' اور خیر بھی وہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے' اور تمام شرور وفتن سے پناہ مانگا کرو' خاص طور پر وہ فتن وشرور کی چیزیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے' بے شک اللہ تعالیٰ سے دنیا بھی مانگو' لیکن صرف دنیا ہی نہ مانگا کرو' اللہ تعالیٰ ہماری آخرت درست فرمادیں تو اس کے طفیل میں دنیا خود بخود درست ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے' لہٰذا اس سے آخرت مانگو' آخرت کی نعمتیں مانگو' آخرت کی دولتیں مانگو' اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو' اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا مانگو' اللہ تعالیٰ سے خود اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کو مانگو' وہ جب تم سے راضی ہو جائے گا تو تمہیں دنیا میں بھی رسوا نہیں فرمائے گا۔ وہ جو میں نے قرآن کریم کی آیت تلاوت کی تھی' اس میں یہ وعدہ موجود ہے:

"اے ایمان والو! اس کی بارگاہ میں خالص توبہ کرو۔ تمہارے رب سے یہ توقع ہے کہ تمہاری سیئات دور کر دے گا۔ اور تم کو داخل کرے گا ایسی جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جو لوگ کہ آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں' ان کو رسوا نہیں فرمائے گا۔" (التحریم:۸)

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو رسوا نہیں فرمائے گا۔ اصل مقصود اہل ایمان کے رسوا نہ ہونے کو ذکر کرنا ہے' مگر اس بلاغت کے قربان جایئے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا' پھر آپ کی معیت میں اہل ایمان کا' گویا تنبیہ فرمادی کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کے دن رسوا نہ ہونا یقینی ہے' اسی طرح آپ کے طفیل میں اہل ایمان بھی یقیناً رسوا نہ ہوں گے' اس لئے ضروری ہے کہ سچی توبہ کر لو' اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ لو۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ:

حدیث شریف میں یوں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا حساب لیں گے' تو اس کے اوپر اپنا پردہ ڈال دیں گے۔ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کسی کو کچھ معلوم نہیں ہوگا' قیامت کے دن کی بھری محفل ہے' حشر کا میدان ہے' اولین وآخرین جمع ہیں' لیکن اس بندے کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے؟ کسی کو معلوم نہیں' اور اللہ تعالیٰ اس بندے سے فرمائیں گے: یاد کر تو نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے' بندہ اقرار کرتا جائے گا' اقرار کئے بغیر چارہ بھی تو نہیں ہوگا' اور سمجھے گا کہ میں تو ہلاک ہو گیا' مارا گیا' آخر میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

"میں نے دنیا میں تیرے لئے ان گناہوں کا پردہ رکھا تھا کہ کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیئے تھے' اور آج تیرے ان گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں۔"

جاؤ! کسی کو پتہ ہی نہیں چلا' یہ ہے تفسیر اس کی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رسوا نہ فرمائیں گے۔ ہم نے تو معاملہ اللہ کے ساتھ بگاڑا ہوا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ معاملہ نہیں بگاڑا۔ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم کر لیا جائے۔ گناہوں سے توبہ کر لی جائے۔ گناہ تو ہم سے پھر بھی ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے سرکشی نہ کرو' خدانخواستہ غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کر لو' گناہوں کے میل پر توبہ کا صابن لگاتے رہو' تاکہ بارگاہ الٰہی میں ایمان کا دامن داغ دار نہ لے جاؤ۔ حق تعالیٰ شانہ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ (ختم شد)

☆☆......☆☆

عیدالفطر

مسرتوں کا دن

بابو شفقت قریشی سہام

عیدالفطر کا دن امت مسلمہ کے لئے مسرت و شادمانی کا دن ہوتا ہے' وہ اس لئے کہ روحانی بہاروں کا مہینہ ختم ہونے کے بعد عید کا دن طلوع ہوتا ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے' اس میں امت مسلمہ کو کتاب مبین کا وہ تحفہ عطا ہوا' جس نے عرب کے صحرانشینوں کو نہ صرف یہ کہ اقوام عالم کی صف اول میں لا کھڑا کیا' بلکہ انہیں عالم انسانیت کا معلم بنا دیا۔ مختلف مذاہب کے پیروکار سال میں مختلف دنوں کو بطور جشن مناتے ہیں' ان میں ہندو' سکھ' عیسائی' یہودی' پارسی اور مجوسی شامل ہیں۔ ہجرت سے پہلے اہل مدینہ بھی دو تہواروں پر خوب جشن منایا کرتے تھے' لیکن ان کا جشن منانے کا انداز اسلامی طریقہ سے بالکل مختلف اور متضاد ہوتا تھا۔ ان تہواروں پر طرح طرح کی قباحتیں ہوا کرتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہیں دیئے ہیں یعنی عید الفطر اور عیدالاضحیٰ۔"

عیدالفطر یکم شوال کو مذہبی جوش و جذبہ کے ساتھ منائی جاتی ہے' یہ دن بلاشبہ ایک طرف پُرمسرت ہے اور دوسری طرف یوم تشکر بھی ہے' وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کرنے کے ساتھ انہیں رکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائی اور اطاعت خداوندی کے علاوہ عبادت و ریاضت کے مواقع بھی فراہم کئے۔ ہر سال نئی مسرتوں کے عود کرنے کی وجہ سے بھی اس کو عید کہتے ہیں۔ بعض علمائے کرام عید اس لئے بھی کہتے ہیں کہ اس میں اللہ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اظہار کرتے ہیں' جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عید دراصل وہ مبارک اور مقدس دن ہے' جس میں بندگان خدا نفسی مجاہدے سے سرخرو ہو کر بارگاہ رب العزت میں اپنی عبودیت کی تکمیل کرتے ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ "عید کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ اس مزدور کو کیا اجرت دی جائے جو اپنا کام بخیر و خوبی سرانجام دے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے خالق ارض و سماء! اس کا صلہ یہ ہے کہ مزدور کو اس کی پوری پوری مزدوری دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو گواہ بنا کر فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے! کہ جن لوگوں نے رمضان کے روزے رکھے' ان کی خطاؤں سے درگزر کروں گا' عیبوں کو چھپاؤں گا اور جو دعا کریں گے اس کو شرف قبولیت بخشوں گا۔" سیاہ کار انسانوں کے لئے اس سے بڑھ کر اور عید کیا ہو سکتی ہے' جبکہ یہ خوشخبری عیدالفطر کے دن ہی سنائی جاتی ہے۔

ایک ماہ کے روزے رکھ کر عید منانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اب چھٹی ہوگئی' جو چاہو سو کرتے رہو' بعض لوگ اس موقع پر مادر پدر آزاد ہونے کو عید منانا سمجھتے ہیں۔ بے شک عید کی خوشیاں منانا چاہئے لیکن شریعت کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر' فحاشی شراب اور جوا وغیرہ قباحتیں تو پہلے ہی منع ہیں' خاص کر اس مبارک دن کو عید کی خوشی مناتے ہوئے ان میں مشغول ہونا سراسر غلطی ہے کیونکہ جو اعمال صالحہ رمضان کے مبارک مہینے میں اکٹھے کئے ہوں انہیں یکسر ختم کرکے ان فضول کاموں کی نذر کر دینا غیر دانشمندانہ فعل ہوتا ہے' اس خوشی کے موقع پر معاشرے کے ان افراد کو بھی ساتھ لے کر چلنا چاہئے جو مالی لحاظ سے کمزور ہوں تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہونے کے قابل ہو سکیں۔ نماز عید پڑھنے سے پہلے بلکہ رمضان میں ہی صدقۂ فطر ادا کر دینے سے مستحقین بھی عید کی خوشیوں میں شامل ہو کر اسے یوم تشکر کے طور پر منا سکتے ہیں۔ صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

عید کے مبارک دن کا آغاز اللہ کے حضور سربسجود ہو کر نماز عید کی شکل میں کیا جاتا ہے۔ عیدالفطر کی نماز کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ عید کی دو رکعت دراصل شکرانہ کے طور پر ادا کی جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے رمضان المبارک کی برکات سے نوازا' روزہ کے دوران بھوک' پیاس کی شدت برداشت کرنے کی قوت عطا کی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن مجید پڑھنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائی۔

عیدالفطر کے دن یہ کام کرنے مسنون ہیں:

۱:......شریعت کے مطابق آرائش کرنا۔

۲:......غسل کرنا۔

۳:......مسواک کرنا۔

۴:......خوشبو لگانا۔

۵:......صاف ستھرا لباس زیب تن کرنا۔

۶:......صبح سویرے اٹھنا۔

۷:......عیدگاہ جانے میں جلدی کرنا۔

۸:......عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز از قسم چھوہارے وغیرہ کھانا۔

۹:......نماز عیدگاہ میں پڑھنا۔

۱۰:......ایک راستہ سے عیدگاہ جانا' دوسرے راستہ سے واپس آنا۔

۱۱:......نماز عید کے لئے پیدل جانا۔

۱۲:......نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دینا۔

۱۳:...... راستہ میں آہستہ آواز میں تکبیر: ''اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد'' پڑھنا۔

سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے تو نماز عید کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو نصف النہار تک رہتا ہے' لیکن عیدالفطر کی نماز میں اگر کچھ تاخیر ہو جائے تو مستحب ہے جبکہ عیدالاضحیٰ جتنا ممکن ہو جلد پڑھنی چاہئے' جمعہ کی نماز کی طرح عید کی نماز بھی دو رکعت ہوتی ہیں اور خطبہ بھی پڑھا جاتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض ہے جبکہ عید کی نماز میں خطبہ سنت ہے۔ جمعہ کا خطبہ نماز جمعہ سے پہلے دیا جاتا ہے جبکہ عید کا خطبہ نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ البتہ خطبہ سننا دونوں صورتوں میں واجب ہے۔ جمعہ کی نماز کے لئے اذان اور اقامت کہی جاتی ہے لیکن عید کی نماز کے لئے یہ دونوں چیزیں نہیں ہوتیں۔

عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ یوں ہے:

تکبیر تحریمہ کے بعد امام کی اقتداء میں' کانوں تک دونوں ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لئے جائیں اور ثناء پڑھی جائے۔ ثناء ختم کرنے کے بعد امام کے تکبیر پڑھنے کے ساتھ تین بار کانوں تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر پڑھ کر دو مرتبہ ہاتھ سیدھے چھوڑ دیئے جائیں اور تیسری مرتبہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لئے جائیں۔ امام کے تلاوت کرنے کے بعد امام کے ساتھ معمول کے مطابق ایک رکعت مکمل کرنے کے بعد دوسری رکعت میں تلاوت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے امام کی اقتداء میں تین بار کانوں تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر پڑھیں اور تینوں مرتبہ ہاتھ سیدھے چھوڑ دیں اور جب چوتھی بار امام اللہ اکبر کہے تو یہی کلمات پڑھ کر ہاتھ اٹھانے کے بجائے سیدھے رکوع میں جائیں اور باقی نماز معمول کے مطابق مکمل کی جائے۔ عید کی نماز صرف باجماعت پڑھی جا سکتی ہے۔ نماز کے بعد امام دو حصوں میں عید کا خطبہ پڑھیں گے جسے پورے آداب کے ساتھ سنا جائے۔ خطبہ کے بعد نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے عزیز و اقارب' دوست' احباب' تمام مسلمانوں' مرحومین اور ملک کی خوشحالی اور سلامتی کے لئے اجتماعی دعاؤں میں پورے انہماک کے ساتھ مشغول ہونا چاہئے۔

☆☆......☆☆

بقیہ: معاشرتی اغلاط

اور لحاظ اور مروت کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں' پہلے بیوی کا حصہ تقسیم کر کے اس کے سپرد کر دو' پھر بھی وہ نہ لے اور اپنے بچوں کو دے دے تو یہ دوسری بات ہے' اگر لحاظ اور مروت میں اپنا حصہ طلب نہ کرے تو اس سے حصہ دبالینا جائز نہیں ہو جاتا۔

☆......بہت سے لوگ بیوی کا حق مہر ادا نہیں کرتے اور اسی غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ وہ طلب نہیں کرتی اور اس نے معاف کر دیا ہے' اس کو بہانہ بنا کر مہر دبالینا حلال نہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا ہے:

''سو اگر تمہاری بیویاں نفس کی خوشی کے ساتھ تمہیں اپنے مہر کا کچھ حصہ بخش دیں تو تم اسے مبارک خوشگوار سمجھ کر کھالو۔''

اس میں جو یہ فرمایا کہ نفس کی خوشی کے ساتھ بخش دیں' اس میں بہت بڑی تنبیہ ہے اور وہ یہ کہ لحاظ اور مروت کی اور زبان کی اجازت کسی کا مال حلال ہونے کے لئے کافی نہیں ہے' اندر سے اس کا نفس خوشی سے اجازت دے تب کسی کا مال حلال ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث میں اس قانون کو یوں بیان فرمایا:

''خبردار! کسی پر ظلم نہ کرو' خبردار! کسی شخص کا مال اس کے نفس کی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے۔''

اور ایک حدیث میں فرمایا ہے:

''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی اس طرح سے نہ لے کہ بظاہر دل لگی کے طور پر لے رہا ہے اور حقیقت میں اندر کے دل سے بالکل لے جانے کا ارادہ ہے' سو جس نے اپنے بھائی کی لاٹھی لے لی ہو وہ واپس کر دے۔'' (مشکوٰۃ المصابیح)

☆☆......☆☆

اسلام امن عالم کا علمبردار

چھٹی صدی عیسوی تاریخ کا سیاہ ترین دور ہے' جس میں انسانیت 'حیوانیت و درندگی کے آخری کنارے پر پہنچ چکی تھی۔ انسان' انسان کے خون کا پیاسا تھا' نہ انسانی جان کی کچھ اہمیت تھی' نہ اس کی عزت وآبرو محفوظ تھی' بڑی مصیبت تو یہ تھی کہ انسانیت کی کشتی ضلالت وگمراہی کے بھنور میں ہچکولے کھارہی تھی' لیکن ان کا کوئی کھیون ہار نہ تھا' پیغمبروں کی لائی ہوئی شریعت یا تو بھلائی جاچکی تھی' یا پھر تحریف وتبدیل نے اس کی صورت مسخ کر ڈالی تھی' اس کا نتیجہ تھا کہ انسان حرص وہوس کا غلام تھا اور عقل وخرد کھو چکا تھا' گنے چنے چند افراد حق شناس تھے' وہ بھی زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہوکر "دیر وکلیسا" کے تنگ و تاریک گوشے میں راحت گزیں تھے۔

ایسے پرفتن اور تاریک ترین دور میں اسلام کا دمکتا آفتاب عالم تاب بوقبیس کی پہاڑی سے طلوع ہوا اور اس کی نورانی کرنوں نے دیکھتے ہی دیکھتے سارے' عرب کو بقعۂ نور بنادیا' بھٹکے ہوؤں نے راہ پائی' ظلم و ناانصافی کا گھٹاٹوپ بادل چھٹ گیا اور مچلی ہوئی انسانیت نے دوبارہ کروٹ لی' وہ لوگ جو کل تک بدامنی و ناانصافی کے پہاڑ تلے دبے ہوئے تھے اور مسلسل مظالم نے ان کی کمر توڑ دی تھی' اٹھ کھڑے ہوئے' فتنہ وفساد کا سرچشمہ خشک ہوگیا' شرارت و حیوانیت کا جہنم ٹھنڈا پڑ گیا۔

اسلامی تعلیمات:

ہر چیز کی اپنی ایک شکل ہے' جب وہ اپنی اصلی صورت میں ہو تو ہر کوئی بآسانی اسے پہچان سکتا ہے اور یہ صورت اسی کے ساتھ خاص ہوگی' ورنہ تو اس کا امتیاز اٹھ جائے گا اور پہچاننا دشوار ہوجائے گا۔ بعینہٖ انسان کو بھی انسان اسی وقت کہا جاسکتا ہے جب کہ وہ اپنی اصلی صورت (انسانیت) میں ہو اور انسانیت کی مکمل گائیڈ بک اسلام ہے۔

فاروق اعظم

اسلام کوئی بے جان نظریہ نہیں بلکہ انقلاب آفریں نظام حیات ہے۔ عقائد' عبادات' معاشیات' اخلاقیات' سیاسیات' انسانی معاشرت' غرض یہ کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس کی گرفت سے آزاد نہیں۔

چنانچہ اسلام نے عقائد کے ذریعے انسانیت کو معبودان باطلہ کے آگے سر جھکانے سے روک کر معبود حقیقی کی معرفت عطا کی اور اسی خالق کائنات کے سامنے ماتھا ٹیکنے کا درس دیا' پھر معاملات کی درستگی کا حکم دے کر آپس کی رنجش کا سدباب کیا۔ کسب حلال کی جانب بھی توجہ دلائی' ظلم و جور کرنے سے روکا' باہمی اتحاد' اخوت ومحبت کا پیغام دیا اور اپنی جان' اپنا مال' غیر کی جان اور اس کا مال' رشتے دار' پڑوسی' شہری' ملکی' غیر ملکی' غیر مسلم کے حقوق وفرائض' جرائم کی حیثیت' ان کی سزائیں' جنگ وصلح کے بنیادی ضابطے' خرید وفروخت' ہبہ' عاریت' اجارہ' تحفظِ نسل' ازدواجی تعلقات وغیرہ کے طریقے' اصول قرآن حکیم اور سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کرکے نوع انسانی کو وضع دستور اور قانون سازی کی الجھنوں سے آسودہ اور اس کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا۔ اسلام تو ایک نسخۂ کیمیا ہے جو عالم میں حیات انسانی کی صحت کا مدار ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں انسانیت کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔

ظلم وزیادتی اسلام کی نظر میں:

دراصل اسلام دنیا سے ظلم وناانصافی کی بیخ کنی کرکے اس میں امن وامان کا ماحول بنانے کے لئے وجود پذیر ہوا' لہٰذا احکم الحاکمین کا پاک ارشاد ہے:

"جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے' اس کو بجز جائز صورتوں کے قتل مت کرو۔"

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

"ہم نے لکھا بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو جس نے کسی کو قتل نہ کیا ہو اور اس نے فساد برپا کیا ہو تو

گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔"

ایک اور جگہ ظلم و زیادتی کی روک تھام کے سلسلے میں قرآن کہتا ہے:

"اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو ہم ان کو اور تم کو رزق مقدر دیں گے۔"

چوری کے سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے:

"چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔"

اسلام نے جرم کے بدلے سزا قائم کی اور ایک کو سزا دے کر سینکڑوں کو اس جرم سے باز رکھا۔

چنانچہ قرآن اس کی منظر کشی کرتا ہے:

"اے صاحبان عقل و بصیرت! جان کے بدلے میں جان لینے کے اندر تمہارے لئے ایک عظیم زندگی ہے۔"

اور خدائے وحدہ لاشریک ان چیزوں کو ہرگز پسند نہیں فرماتے' حدیث شریف میں ہے:

"اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض جھگڑالو آدمی ہے۔" (بخاری و مسلم)

اسلام ہر منفی ظلم و ناانصافی کو کسی لمحہ برداشت نہیں کرتا' پوری اسلامی تعلیمات کھنگال لی جائے' ایک جملہ ایسا نہیں ملے گا جس سے ظلم و ناانصافی کا اشارہ بھی ملتا ہو' لہٰذا قائد انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصفانہ ارشاد ہے:

"اللہ کی حدیں بلاتمیز دور و نزدیک سب پر جاری کرو' اور اس سلسلے میں تم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ مت کرو۔" (مشکوٰۃ کتاب الحدود ص ۳۱۲)

اسلام کا طریقہ امن:

اسلام دنیا میں امن و امان کا خواہاں ہے' اس نے اجتماعی امن کے لئے ایسا عمدہ اور موثر نظام تجویز کیا ہے' جس کے نفاذ سے حیرت انگیز طور پر معاشرہ امن و امان سے مالا مال ہو جاتا ہے اور علاقے میں بسنے والا ہر شہری اپنی جان و مال' عزت و آبرو کی طرف سے مطمئن ہو کر عافیت کی فضا میں سانس لیتا ہے' چنانچہ اس مقصد سے اسلام نے دنیا میں پائے جانے والے سات بڑے بڑے جرائم پر عبرت ناک سزائیں مقرر کی ہیں' وہ جرائم یہ ہیں: قتل' چوری' ڈکیتی' زنا' تہمت زنا' شراب نوشی' اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جانا۔ لہٰذا تحقیقی نگاہ ڈالی جائے اور غور سے دیکھا جائے تو چشم دیدہ اور نور بصیرت رکھنے والوں کو پتا چل جائے گا کہ اس دنیا میں ظلم و زیادتی اور فساد کے بنیادی اسباب یہی چند ہیں' لیکن ان جرائم کی روک تھام کے لئے محض زبانی اپیلیں یا آخرت کی وعیدیں سنا دینا کافی نہیں بلکہ عملی طور پر ایسے اقدامات ناگزیر ہیں' جن کے ذریعے معاشرے کو مذکورہ چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھا جا سکے اور مجرم ایسی عبرتناک سزاؤں سے دوچار ہو تا کہ اسے دیکھ کر کسی اور کو ایسے جرم کی طرف قدم بڑھانے کی ہمت نہ ہو سکے' اسلام کی مقرر کردہ عبرت آموز سزاؤں کا خلاصہ یہ ہے کہ قتل کی سزا قصاص یا عوض مالی ہے' چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا' ڈکیتی کی سزا قتل' سولی یا ہاتھ پیر کا کاٹنا' زنا کی سزا شادی شدہ ہو تو سنگسار کرنا ورنہ سو کوڑے لگانا' تہمت زنا کی سزا ۸۰ کوڑے شراب نوشی کی سزا ۸۰ کوڑے' ارتداد کی سزا قتل۔

چنانچہ اسلام نے ان حکمتوں کے ذریعے انسانیت کے پھوڑوں پھنسیوں کا جڑ سے خاتمہ کر کے گروہ انسانی کو ایک خوشگوار اور سکون و اطمینان کی زندگی بخشی ہے۔ اسی سلسلے میں مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی اسلام کو امن و امان کا تاج محل ثابت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"امن و امان کے بنیادی اجزاء یہ ہیں: (۱) جان محفوظ ہو' (۲) عزت و آبرو پر کوئی ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرے' (۳) جائیداد و ملکیت اور دولت میں کوئی بلا اجازت تصرف نہ کرے' (۴) عقل درست رہے اور اخلاق پاکیزہ ہوں۔

مزید فرماتے ہیں:

جن لوگوں نے اسلام کا مطالعہ گہری نظر سے کیا ہے' وہ جانتے ہیں کہ اسلام نے ان تمام چیزوں کی پوری رعایت کی ہے' دنیا میں سب سے زیادہ قابل حفاظت اور لائق اہمیت شے انسانی جان ہے' غریب ہو یا امیر' سلطان ہو یا گدا' بچہ ہو یا جوان' مرد ہو یا عورت' شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا باشندہ' تعلیم یافتہ ہو یا جاہل' پھر اونچے گھرانے کا چشم و چراغ ہو یا محتاج و دست نگر گھرانے کا' مسلم ہو یا غیر مسلم' تندرست ہو یا بیمار و ناکارہ' ہر ایک کو وفادار شہری کی حیثیت سے حق حاصل ہے کہ وہ ملک میں آزادی کے ساتھ رہے' آسودہ زندگی گزارے' اپنے خیالات و عقیدہ میں اس کو آزادی ہو' کوئی پابندی نہ ہو اور ہر خطرے و اندیشے سے اس کا دل مطمئن ہو۔"

اسلام میں رواداری:

اسلام نے ہر موڑ پر عدل و انصاف کی بڑی سخت تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے:

"اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کا حکم فرماتا ہے۔"

پھر اسلام میں عدل و انصاف کی تاکید صرف اپنوں ہی میں نہیں فرمائی گئی ہے' بلکہ غیروں کے ساتھ بھی اور جان و مال' دین و ایمان کے دشمنوں کے حق میں بھی عدل وانصاف کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ قرآن کا کھلا ارشاد ہے:

"کسی قوم کی عداوت تم کو اس گناہ پر آمادہ نہ کردے کہ تم اس کے ساتھ ناانصافی کرو' تقویٰ کی شان کے بھی زیادہ مناسب ہے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کسی شخص سے یا کسی قوم سے اگر بالفرض ہماری دشمنی اور لڑائی ہو تب بھی ہم اس کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کرسکتے اور اگر کریں گے تو اللہ کے نزدیک سخت مجرم اور گناہ گار ہوں گے۔

اسلام میں اخوت ومحبت کی ایک جھلک:

اسلام نے جہاں انسانیت کو ظلم و بربریت کے گہرے سمندر سے نکال کر امن و امان کے ساحل پر کھڑا کیا' وہیں باہمی اخوت و ہمدردی اور حسن سلوک کی بے پایاں دولت سے بھی نوازا۔

لہٰذا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تمام مخلوق خدا کی عیال ہیں' لہٰذا سب سے بڑا محبوب خدا کے نزدیک وہ ہے جو خدا کے عیال کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔" (رواہ البیہقی)

حسن سلوک کی بہترین تصویر حضرت انسؓ کے قول میں دیکھی جاسکتی ہے' وہ فرماتے ہیں:

"میں دس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا' لیکن آپ نے مجھے لفظاً اُف تک نہیں کہا۔"

اسلام نے ایک طرف والدین کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا حکم دیا تو دوسری جانب بیوی' اولاد اور غلاموں کے ساتھ بھی صلہ رحمی ومحبت کا درس دیا اور یہ ثابت کردیا کہ اخوت و ہمدردی کا حقیقی معلم اسلام ہی ہے۔

اسلام میں عفوودرگزر:

دشمنوں سے پیار و محبت' عفو و درگزر کے واقعات بہت ہیں' لیکن اسلام نے اس سلسلے میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے' اس سے تمام ادیان و مذاہب قاصر و عاجز ہیں۔ چنانچہ ہجرت کے وقت سرداران قریش نے یہ اعلان کیا کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرکے لائے گا' اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سراقہ بن جعشم اس انعام کے لالچ میں مسلح ہوکر آپ ﷺ کے تعاقب میں گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب پہنچ جاتا ہے' یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ گھبرانے لگتے ہیں' سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے ہیں' تین دفعہ گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے ہیں' سراقہ تیر کے پانسے نکال کر فال دیکھتا ہے' ہر دفعہ جواب آتا ہے' اے سراقہ! تو اپنے عمل سے باز آجا' تیرے لئے خطرے کی بات ہے' گویا سراقہ اندر سے مرعوب ہوجاتا ہے اور لوٹنے کا عزم کرلیتا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دیتا ہے اور خط امان کی درخواست کرتا ہے کہ جب آپ کا غلبہ قریش پر ہوجائے تو مجھ سے باز پرس نہ کی جائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ امان نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرتے ہیں۔

فتح مکہ کے بعد وہ اسلام قبول کرلیتا ہے۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ سراقہ تمہارے اس دن کے جرم کی کیا سزا تجویز کی جائے؟

ایسے ہی امن وامان کا خوبصورت نقشہ دیکھئے!

ابوسفیان کون ہیں؟ وہ جو احد' خندق وغیرہ لڑائیوں کے سرغنہ تھے' جنہوں نے کتنے مسلمانوں کو تہہ تیغ کرایا' جنہوں نے خود کتنی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا' جو ہر قدم پر اسلام کے سخت ترین دشمن ثابت ہوئے' لیکن فتح مکہ سے پہلے جب حضرت عباسؓ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہیں تو گویا ان کا ہر جرم ان کے قتل کا حکم دیتا ہے' مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عفوِ عام ابوسفیان سے کہتا ہے کہ ڈرنے کی بات نہیں ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتقام کے جذبے سے بالاتر ہیں' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف معاف فرماتے ہیں بلکہ یہ بھی فرماتے ہیں:

"جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے وہ بھی مامون ومحفوظ ہے۔"

اسی طرح امن و امان کی بہترین شکل اس پیرائے میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ ہندہ' ابوسفیان کی بیوی' وہ ہندہ جو احد کے معرکے میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گا گا کر قریش کے سپاہیوں کا دل بڑھاتی ہے' وہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے محبوب چچا اور اسلام کے ہیرو حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ بے ادبی کرتی ہے' ان کے سینے کو چاک کرتی ہے' ان کے کان' ناک کاٹ کر ہار بناتی ہے' کلیجہ نکال کر چبانا چاہتی ہے۔ لڑائی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دل دوز منظر کو دیکھ کر بے تاب ہوجاتے ہیں' وہ فتح مکہ کے دن نقاب پوش ہوکر سامنے آتی ہے اور یہاں بھی گستاخی سے باز نہیں آتی' لیکن سراپا عفوودرگزر صلی

اللہ علیہ وسلم پھر بھی کچھ تعارض نہیں فرماتے ہیں اور یہ بھی نہیں پوچھتے کہ تم نے ایسا کیوں کہا؟ عفو عام کی اس معجزانہ مثال کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھتی ہے:

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آج
سے پہلے میں آپ کے خیمے سے زیادہ کسی
خیمے سے نفرت نہیں کرتی تھی' لیکن آج
آپ کے خیمے سے زیادہ کسی کا خیمہ مجھے
محبوب نہیں۔"

حضرت حمزہؓ کا قاتل' وحشی' فتح طائف کے بعد کہیں بھاگ کر چلا جاتا ہے اور جب وہ مقام بھی فتح ہوجاتا ہے تو کوئی دوسری جائے پناہ نہیں ملتی' لوگ کہتے ہیں کہ وحشی! تو نے ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہیں' تمہارے لئے آستانہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی جائے امن نہیں۔ وحشی حاضر ہوجاتا ہے' محسن انسانیت پیکر' جود وسخا صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہیں' نگاہیں نیچی کرلیتے ہیں' پیارے چچا کی شہادت کا دل خراش منظر قلب کے مندمل زخم پر نمک پاشی کرنے لگتا ہے' آنکھیں اشک بار ہوجاتی ہیں' قاتل سامنے موجود ہوتا ہے' لیکن سو جان فدا ایسی شریعت اور اس کے سچے راہنما پر کہ اشتعال اور برا بھلا کہنا تو درکنار' امن وامان سے معمور الفاظ کے ذریعے یہ ارشاد ہوتا ہے:

"وحشی! جاؤ میرے سامنے نہ آیا
کرو' شہید چچا کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔"

گلشن اسلام کے کس کس پھول کو تحریر میں پرویا جائے کہ ہر پھول اپنی جگہ ایک چمن کی حیثیت رکھتا ہے اور امن وامان کے کس پہلو کو آشکارا کیا جائے کہ یہ خود سراپا امن وامان ہے' چنانچہ آپ ﷺ یہودی قوت کے اصل مرکز خیبر گئے' وہاں لڑائیاں ہوئیں' شہر فتح ہوا۔ ایک یہودیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا پس وپیش منظور فرمالیا۔ اس یہودیہ نے کھانے میں جو گوشت پیش کیا' اس میں زہر ملا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوشت کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہی باخبر ہوجاتے ہیں' یہودیہ بلائی جاتی ہے اور اپنے قصور کا اعتراف بھی کرتی ہے' لیکن امن وامان کے پاسبان رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے اس کو کوئی سزا نہیں ملتی' حالانکہ اس زہر کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری زندگی محسوس ہوتا رہا۔

اسلام: سراپا امن وآشتی کا پیامبر:

آج دنیا میں امن وآشتی کی جھوٹی دعویدار تنظیمیں یہ کیچڑ اچھالتی ہیں کہ اسلام دہشت گردی کا سبق دیتا ہے' اسلام میں امن وامان نہیں' اسلام نے عورتوں کے حقوق تلف کرکے انہیں گھر کا قیدی بنا کر ان پر ظلم کیا' اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے' مخالفین اسلام کے اس شبہ کا ازالہ کہ اسلام تلواروں کے زور پر پھیلایا گیا ہے' اس کا اصولی جواب تو خود اسلام کے قانون سے ظاہر ہے' جس کے بعض ضروری واقعات یہ ہیں:

۱:...... قتال میں عورت' اپاہج' بوڑھے اور اندھے کا قتل ان کے کفر پر قائم رہنے کے باوجود جائز نہیں' اگر اشاعت اسلام بزور تلوار ہوتا تو کیسے ان کو چھوڑا جاتا؟

۲:...... جزیہ مشروع کیا گیا' اگر تلوار کفر کے بدلے میں ہوتی تو ان کے کفر پر باقی رہنے کے باوجود جزیہ کیسے مشروع ہوتا؟

۳:...... پھر جزیہ بھی تمام کفر پر نہیں' چنانچہ عورت پر نہیں' اپاہج اور نابینا پر نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ تلواروں کی طرح جزیہ بھی جزائے کفر نہیں' ورنہ تو سب کفار کو عام ہوتا' جب کہ جزیہ تلوار سے ہلکا ہے جب جزیہ جزائے کفر نہیں تو تلوار جو کہ زیادہ سخت ہے کیسے جزائے کفر ہوگی؟

لیکن ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے' یہ وہ نہیں دیکھتے کہ اسلام سے پہلے لوگوں کے کیسے حالات تھے؟ کس قدر عریانی' قتل وغارت گری' حق تلفی' عصمت دری' لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا' سخت وحشیانہ اور ظالمانہ سزاؤں کا رواج تھا' یہاں تک کہ ملزمان کو ہاتھیوں کے پاؤں تلے روندا جاتا تھا' الٹا لٹکا دیا جاتا اور تانت کے کوڑوں سے پیروں پر ضرب لگا کر انہیں چلنے سے معذور کردیا جاتا تھا' آنکھوں میں کھولتا ہوا تیل ڈالا جاتا تھا' زبان کھینچ کر نکال لی جاتی تھی اور لوہے کی کنگھی سے ملزم کی کھال ادھیڑنے کا دستور بھی تھا۔

جب اسلام اس روئے زمین پر نظر نواز ہوا تو اس نے ان تمام چیرہ دستیوں کا خاتمہ کردیا' عورتوں کی عزت وآبرو کی حفاظت کی' انہیں صحیح حق دلایا' معصوم لڑکیوں کو بھوکے بھیڑیوں کے چنگل سے چھڑایا' بے حیائی' قتل وغارتگری کو مٹا کرادنیٰ غلاموں کو بھی اس دنیا میں جینے کا حق دیا اور آج بھی جو کوئی اسلامی شعار کو اپنائے ہوئے ہے' خواہ وہ کسی بھی مذہب وملت کا ماننے والا ہو وہ اپنی زندگی کو انتہائی پرسکون محسوس کرتا ہے اور ہر خردمند کو اسلام کے امن وامان کی حقانیت بصدق دل تسلیم ہے' چہ جائے کہ وہ ایمان سے محروم رہے۔

اسلام کی حقانیت غیروں کی زبانی:

ہندوؤں کی آنکھوں کے تارے "گاندھی جی" نے جیل سے باہر آکر تجربات جیل کے سلسلے میں رقم کیا ہے:

"سیرۃ النبی (مصنفہ شبلی مرحوم) کے
مطالعے سے میرے اس عقیدے میں مزید
پختگی اور استحکام آگیا کہ اسلام نے تلوار کے
بل پر کائنات انسانی میں رسوخ حاصل نہیں کیا

تھا' بلکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سادگی' انتہائی بے نفسی' عہد و مواثیق کا احترام' اپنے رفقاء' تبعین کے ساتھ گہری وابستگی' جراءت' بے خوفی' اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور اپنے مقصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے' یہ خصائص تھے جو ہر مشکل اور ہر رکاوٹ کو اپنی ہمہ گیر رو میں بہالے گئے۔"

رئیس اعظم مراد آباد شری راج وید پنڈت گدادھر پرشاد نے کہا:

"میں ایک راسخ العقیدہ ہندو ہوں' لیکن میں نے ہندو' عیسائی اور اسلامی مذہب کے بانیوں کے حالات زندگی کو بہترین توجہ کا خراج دیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اسلام دنیا کا بہترین مذہب ہے' میں بہانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ اگر کسی مذہب کو اخوت باہمی' اخلاق و تہذیب اور اتحاد کی دولت فراوانی اور کثرت کے ساتھ عطا کی گئی ہے تو وہ مذہب کا سردار "اسلام" ہے۔ اسلام کی فیاضی اور کشادہ دلی اس کی امتیازی شان ہے' وہ امیر و غریب سب کو اپنی شفیق آغوش میں پناہ دیتا ہے' اچھوت پن کی لعنت دور کرنے کی طاقت صرف اسلام میں ہے۔"

غیر مسلم مشہور رہنما ایڈورڈ گبن نے کہا:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب صاف اور شک و شبہ سے بالاتر ہے اور خدا کی وحدانیت کی تصدیق میں قرآن ایک شاندار شہادت ہے۔"

عالمگیر مذہب اسلام ہے:

یہ تمام تفصیلات اسلام کی حقانیت کو آفتاب نیم روز سے زیادہ واضح طور پر بتاتی ہیں' لہٰذا ہمارے سامنے اسلام صاف و شفاف آئینے کی مانند ہے کہ جس میں نہ کوئی داغ دھبہ ہے اور نہ ہی کوئی پوشیدگی و تنگی' یہ مذہب سراپا سلامتی کا ضامن ہے اور پوری انسانیت کو امن و آشتی کا پیغام دیتا ہے' باہمی حقوق کی ادائیگی کی سختی سے تاکید کرتا ہے اور عورتوں کی ناموس کی حفاظت کرتا ہے' آپس میں اتحاد' اخوت و ہمدردی کا سبق سکھاتا ہے اور یہ چیزیں صرف اہل مذہب ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جس طرح ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق متعین کئے گئے' اسی طرح سے غیر مذہب والوں کے ساتھ بھی حقوق کی ادائیگی کی پوری پوری رعایت کا حکم صادر کیا گیا۔

انسانی زندگی کے خوشگوار بننے کا مدار انہیں خصوصیات میں مضمر ہے۔ ان تمام اوصاف ہی کی تعبیر انسانیت ہے' خلاصہ یہ کہ انسانیت دو چیزوں کا مجموعہ ہے' ایک اپنی بچی پہچان' دوسرے زندگی کو خوشحال بنانے کے ذرائع' نیز اس کی جستجو' پھر اس کی تعمیر اور اسلام ان تمام چیزوں کا مرقع ہے۔ اگر کوئی انسان اپنے پروردگار کی دی ہوئی تمام نعمتوں (ظاہر و باطن) سے کلی طور پر لطف اندوز ہونا چاہتا ہے تو وہ اسلام کی آغوش میں آئے اور اپنے رب عظیم کے حکم کے مطابق اس کی زندگی ہو' تاکہ زندگی کی اصل لذت اسے حاصل ہو اور ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی و کامرانی ہاتھ آجائے' کیونکہ ایک غلام کے لئے مولیٰ کے حکم کی تعمیل اور خوشنودی ہی مقصد حیات ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب نہیں اور حقیقی معنوں میں مذہب اسلام ہی امن عالم کا علمبردار ہے۔

☆☆..........☆☆

(بقیہ) علم کی عظمت

حضرت علامہ آلوسی صاحب روح المعانی نے فرمایا' یہ واقعہ میں نے بچپن میں سنا تھا' بڑے ہو کر اس پر عمل کیا اور اپنے اساتذہ کے ساتھ یہی معاملہ کیا۔

غلام کا معزز بننا:

علامہ ابوالعالیہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا کرتا تھا اور قریش کے سردار آپ کے اردگرد بیٹھے ہوتے تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالیا کرتے تھے' مگر سرداران قریش آپس میں ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے بازی کرنے لگتے کہ یہ غلام کیسے ابن عباسؓ کے پاس معزز بن گیا؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کو بھانپ گئے اور فرمایا کہ علم شریف آدمی کی عزت کو بڑھاتا ہے اور غلاموں کو بلند جگہوں پر بٹھاتا ہے' پھر آپ نے بعض اذکیاء کا کلام پڑھا' جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں میں بلند عالم آدمی کو دیکھا گیا ہے' اگرچہ وہ اپنی قوم میں نسب کے اعتبار سے عزت و شرافت والا نہیں تھا' جب وہ کسی جگہ ٹھہرتا یا قیام کرتا تو وہ اپنے علم کے ذریعے سے زندہ رہتا اور عالم شخص کسی شہر میں اجنبی نہیں رہتا۔ عمر بن داؤدؒ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ ابوالعباس احمد بن یحییٰ ثعلب [illegible] نحو کے امام تھے' ایک دن ان کے دروازے [illegible] اس وقت شہر کے رؤسا اور معززین کا ایک مجمع بھی [illegible] انتظار میں بیٹھا ہوا تھا' جب امام ثعلبؒ باہر تشریف لائے تو منتظرین نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا' جسے انہوں نے ناپسند فرمایا' جب سب حضرات بیٹھ گئے تو ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا: جب ہم نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو ہم نے پنڈلیوں سے صاف کھول کر کھڑے ہونے میں جلدی کی' تم لوگ میرے اس کھڑے ہونے کو ناپسند مت کرو اس لئے کہ کریم تو کریم کی عزت کرتا ہے۔

☆☆......☆☆

معاشرتی اغلاط پر ایک نظر

مولانا محمد عاشق الٰہی مدنیؒ

☆......آج کل لوگوں کا یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ مفتیان کرام سے فتویٰ لینے کے بجائے خود ہی فتویٰ دے لیتے ہیں' قرآن و حدیث' فقہ پڑھا نہیں' احکام و مسائل معلوم نہیں' شروط و حدود و قیود کا پتہ نہیں' بلا پڑھے ہی مفتی بن جاتے ہیں' اس سلسلہ میں ایک بات یہ ہے کہ اول تو سفر میں نماز پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے ہیں تو قبلہ رخ پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے' اپنی طرف سے فتویٰ دے دیتے ہیں کہ سفر میں سب جائز ہے' حالانکہ قبلہ نما دیکھ کر بلکہ مغرب اور مشرق پہچان کر قبلہ کا جاننا اور متعین کرنا آسان ہے' سب جانتے ہیں کہ ہمارے دیار میں قبلہ پچھم (مغرب) کی طرف ہے اور تھوڑا بہت دائیں بائیں ہونے سے نماز ہو جاتی ہے۔

☆......اس سلسلہ میں ایک بات قابل تنبیہ ہے کہ بہت سے لوگ وہیل چیئر' کرسی یا اسٹول پر بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں' گھٹنوں میں تھوڑی سی تکلیف ہوئی یا پاؤں وغیرہ میں تھوڑا بہت درد ہوا تو قیام چھوڑ دیتے ہیں جو فرض ہے' جبکہ تھوڑی دیر کھڑا ہونے میں کوئی خاص تکلیف نہیں ہوتی' پھر ان لوگوں کا سجدہ رہ جاتا ہے' اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا اور بیٹھ کر سجدہ کر سکتا ہے تو وہ زمین پر بیٹھ کر رکوع سجدہ کرے اور اصلی سجدہ کرے اور اشارہ سے کام نہ چلائے' جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہو' زمین پر سجدہ کر سکتا ہو وہ اگر اشارہ سے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی' اگر کوئی شخص تنہا قیام اور سجود کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے تو اکیلا نماز پڑھے تا کہ قیام اور سجود ادا ہو جائے اور جماعت سے مسجد میں نماز پڑھنے کی وجہ سے قیام اور سجود کو ترک نہ کرے' لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ جہاں چار پیسے ہوئے اور کوئی نوکر چاکر یا ولد صالح مل گیا تو گاڑی پر مسجد میں پہنچے اور گاڑی پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لی' اول تو کھڑے ہو کر رکوع سجود کے ساتھ نماز پڑھنے میں انہیں زیادہ تکلیف بھی نہیں ہوتی' اور اگر کھڑا ہونا ممکن ہی نہ ہو تو زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھیں اور زمین پر سجدہ کریں۔

☆......بہت سے لوگوں کے ذمہ بہت سی نمازیں قضا ہوتی ہیں' ان میں سے ہر قضا شدہ نماز کی قضا پڑھنا واجب ہے' یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ قضا عمری کے نام سے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو یا کسی بھی تاریخ میں قضائے عمری کی نیت سے چند رکعات پڑھ لی جائیں تو قضا شدہ سب نمازیں ادا ہو جاتی ہیں' یہ غلط ہے اور بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ حرم شریف میں ایک نماز پر چونکہ ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے' اس لئے حرم میں ایک نماز پڑھ لینے سے پچھلی ساری نمازیں ادا ہو جائیں گی' یہ بات بھی غلط ہے' ثواب ملنا اور بات ہے اور قضا نمازوں کا ادا ہو جانا اور بات ہے' دیکھو مقوی گولیاں کھانے سے طاقت تو آ جائے گی لیکن پیٹ نہیں بھرے گا' اس کے لئے روٹی یا چاول یا اور کوئی غذا ہی کھانا پڑے گا۔

☆......بہت سے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ سفر میں سنتیں اور نوافل نہیں ہیں' یہ لوگ سفر میں فرض پڑھ کر ایسے علیحدہ ہو جاتے ہیں جیسے سنت نفل پڑھنا کوئی گناہ کی بات ہو' حالانکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سنت پڑھنے کا موقع نہ ہو' جلدی میں ہو تو سنتیں چھوڑ دینے کی گنجائش ہے' اگر موقع ہو تو مؤکدہ سنتیں نہ چھوڑے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ مرتبہ سفر کیا ہے' میں نے نہیں دیکھا کہ آپؐ نے زوال ہونے کے بعد ظہر سے پہلے دو رکعتیں چھوڑی ہوں' اور حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبیداللہ کو سفر میں غیر فرض نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے اور اس پر کوئی نکیر نہیں فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

☆......قرض معاف کر دینے سے زکوٰۃ کی

ادائیگی نہیں ہوتی' اگر کسی غریب آدمی پر قرض ہو اور اس کی غریبی کے خیال سے ادائیگی قرض میں محسوب کرنا چاہیں تو مال زکوٰۃ مقروض کو دے کر مالک بنادیں' پھر اس سے قرضہ میں وصول کرلیں۔

☆......صاحب استطاعت پر حج کرنا فرض ہے' استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے کے ضروری اخراجات کے ساتھ مکہ معظمہ جاکر آسکے' اگر مدینہ منورہ جانے کا خرچہ نہ ہو تب بھی حج فرض ہے' بہت سے لوگوں کے پاس اتنی مالیت ہوتی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا' پھر بھی حج نہیں کرتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کا ارشاد ہے:

"جس کو حج کرنے سے کسی بڑی مجبوری نے یا ظالم بادشاہ نے یا روکنے والے مرض نے نہیں روکا' اور اس نے موت سے پہلے حج نہیں کیا تو چاہے تو یہودی ہوکر مرجائے اور چاہے تو نصرانی ہوکر مرجائے۔" (مشکوٰۃ المصابیح)

☆......وہ لوگ بھی قابل تنبیہ ہیں جو حج کا پیسہ عمرہ پر لگادیتے ہیں' بلکہ بار بار عمرے کرلیتے ہیں' اور حج فرض ادا نہیں کرتے' اوپر جو حدیث میں وعید ذکر کی گئی ہے' ان لوگوں پر بھی صادق آتی ہے' بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج کا مقصد کعبہ شریف کا دیکھ لینا اور مدینہ منورہ حاضری دے دینا ہے' یہ کام عمرہ سے پورا ہوجاتا ہے' لہٰذا حج کی فکر نہیں کرتے' یہ ان لوگوں کی سخت غلطی ہے بلکہ گمراہی ہے' جیسے نماز فرض ہے ایسے ہی صاحب استطاعت پر حج کرنا بھی فرض ہے' حج کئے بغیر حج ادا نہیں ہوسکتا جس طرح نماز پڑھے بغیر نماز ادا نہیں ہوسکتی۔

☆......حج وعمرہ کے لئے احرام کا ہونا لازمی ہے' احرام کپڑوں کا نام نہیں' کپڑے تو ستر کے لئے ہیں' البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ احرام میں مرد کو سر ڈھانپنا اور ایسے کپڑے پہننا منع ہے جو بدن کی ساخت پر سلا ہو یا بنا ہوا ہو' جیسے کرتا' پاجامہ' پینٹ' بنیان' جانگیا وغیرہ۔

آدمی حج یا عمرے کی نیت کرکے لبیک پڑھنے سے احرام میں داخل ہوجاتا ہے' اگر سلے ہوئے کپڑے پہنے رہے تب بھی احرام میں داخل ہوجائے گا' گو ان کپڑوں کے پہننے سے جنایت ہوگی' جس کا حسب تفصیل فدیہ واجب ہوگا۔

☆......بعض لوگ احرام باندھنے کے بعد چادریں اتار دیتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم احرام سے نکل گئے' یہ غلطی ہے' احرام کی مروجہ چادریں اتار دینے سے بھی احرام سے نہیں نکل سکتا' اگر احرام سے نکلنے کے مقررہ وقت سے پہلے کسی نے چادریں اتاردیں تب بھی احرام سے نہیں نکلے گا' بہت سے لوگ سیٹ ریزرو ہونے کی وجہ سے احرام کی چادریں اتار کر عمرہ کئے بغیر چلے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم احرام سے نکل گئے اور اسی طرح گھر واپس لوٹ کر احرام کی خلاف ورزیاں کرتے رہتے ہیں' خوشبو بھی لگاتے ہیں' بال بھی مونڈتے ہیں' شہوت کے کام بھی کرتے ہیں اور ان اعمال پر جزا واجب ہوتی رہتی ہے' پھر جزا ادا نہیں کرتے' یہ سخت گناہ گاری کی بات ہے۔

☆......اسی طرح احرام باندھنے یعنی حج وعمرہ کی نیت سے "لبیک اللھم لبیک" پڑھ لینے کے بعد عورتوں کو حیض آجاتا ہے تو عمرہ ادا کئے بغیر چلی جاتی ہیں اور ان پر احرام کی جنایات کی وجہ سے کفارات واجب ہوتے رہتے ہیں' یہ سب سخت گناہ گاری کی باتیں ہیں' جب کوئی مرد یا عورت حج وعمرہ کی نیت سے "لبیک اللھم لبیک" پڑھ لے تو اب احرام سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے جب تک کہ اصول شریعت کے مطابق حلال ہونے کا وقت آنے پر حلق یا قصر نہ کرلے۔ حلق سر کے بال مونڈنے کو اور قصر بال کاٹنے کو کہتے ہیں' مردوں کے لئے حلق افضل ہے اور عورتوں کے لئے حلق حرام ہے' جب شرعی اصول کے مطابق حلال ہونے کا وقت آجائے تو کم از کم چوتھائی سر کے بال (مرد ہو یا عورت) ایک پورے کے بقدر ہر جگہ سے کاٹ دے' اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں' کسی مرد کے بال اگر لمبائی میں ایک پورے سے کم ہوں تو اس پر حلق کرانا ہی لازم ہے۔

یاد رہے کہ عورتوں میں احرام کے لئے جو سر پر کپڑا باندھنے کا رواج ہے شرعاً اس کی کچھ اصل نہیں' عورتیں اس کو احرام سمجھتی ہیں' اگر سر سے اتر جائے تو خیال کرتی ہیں کہ احرام سے نکل گئیں' یہ خیال غلط ہے' اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر سر پر کپڑا باندھ لیا تو وضو میں سر کا مسح کرنے کے لئے کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر سر کا مسح کریں' اگر کپڑے پر مسح کیا تو وضو نہیں ہوگا۔

☆......بعض لوگ اپنی اولاد سے ناراض ہوتے ہیں تو اسے عاق کردیتے ہیں' جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کو میراث میں حصہ نہ دیا جائے' ایسی نیت اور وصیت صحیح نہیں' عاق کردینے سے بھی عاق نہیں ہوتا یعنی بدستور میراث کا مستحق رہتا ہے' بعض لوگ کہتے ہیں کہ میرے فلاں وارث نے خدمت نہیں کی لہٰذا اس کو میراث نہ دی جائے' میراث کا تعلق خدمت سے نہیں ہے' رشتہ داری کے اصول پڑھئے' کس رشتہ دار کا کتنا حصہ ہے؟ کس اصول سے ہے؟ اور کس کا حصہ نہیں ہے؟ یہ سب

قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے اور میراث کا بیان کرنے کے بعد قرآن مجید میں فرمایا ہے:

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے آگے بڑھے' وہ اس کو دوزخ میں داخل فرمائے' اس میں ہمیشہ رہے' اور اس کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔"

اور حدیث شریف میں ہے:

"جس نے اپنے وارث کی میراث کاٹ دی' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث کاٹ دے گا۔"

یعنی جنت میں داخل نہیں فرمائے گا۔

قرآن مجید میں اولاد کی میراث کا قانون آدھی سطر سے بھی کم بتایا ہے' ارشاد فرمایا:

"للذکر مثل حظ الانثیین"

اس میں بتادیا کہ اگر لڑکا' لڑکی دونوں فریق میت نے اپنے پیچھے چھوڑے ہوں تو مرنے والے کے مال میں سے ہر لڑکے کو ہر لڑکی سے دوگنا حصہ دیا جائے' لڑکوں کے حصے کے ساتھ ہی لڑکیوں کا حصہ بھی بتادیا۔ بہت سے لوگ کافروں کی دیکھا دیکھی لڑکیوں کو میراث میں حصہ نہیں دیتے' بہنوں کا جو حصہ شرعاً نکلتا ہے بھائی ہی اسے دبا لیتے ہیں' ایسا کرنا حلال نہیں ہے' اس میں احکام قرآنیہ کی خلاف ورزی بھی ہے اور صنف نازک یعنی بہنوں پر ظلم بھی ہے' بہنوں کا یا کسی بھی وارث کا حصہ کوئی شخص دبالے گا تو ظالم ہوگا' شرعاً اس کے لئے دبائے ہوئے حصہ سے فائدہ اٹھانا' اس کو استعمال کرنا اور اپنی اولاد کے لئے اس کو چھوڑنا یہ سب حرام ہوگا اور آخرت میں اس کی ادائیگی کرنی ہوگی' وہاں حقوق العباد کے عوض نیکیاں دینی پڑیں گی' اگر نیکیاں نہ ہوں گی یا کم ہوں گی جن سے حقوق کی ادائیگی نہ ہوسکے گی تو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

☆......بعض جاہل وزراء اور صدور دشمنوں کے اشاروں پر قرآن کریم کے خلاف قانون بنادیتے ہیں اور اسمبلی میں بھی پاس کرالیتے ہیں' کسی فرد یا جماعت کے پاس کردینے سے قرآن کریم کا قانون نہیں بدلتا اور قرآن کے خلاف عمل کرنا حلال نہیں ہوجاتا۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ مرنے والے کے بیٹوں کے ہوتے ہوئے کسی پوتے کو میراث نہیں پہنچ سکتی اگرچہ اس کا باپ اپنے باپ سے پہلے مرچکا ہو' لیکن بعض حکومتوں نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ مرنے والے کے پوتے کو چچاؤں کے ہوتے ہوئے بھی میراث میں حصہ ملے گا' جو اس کے باپ کو ملتا اگر وہ زندہ ہوتا' حضرات علمائے کرام نے اس کی تردید میں بہت سے مضامین اور مقالے لکھے ہیں' جو "ارث الحفید" اور "پوتے کی میراث" وغیرہ کے عنوان سے شائع ہوچکے ہیں' لیکن حکومتیں قرآن کے حکم کے مطابق میراث بانٹنے کو تیار نہیں۔

☆......عام طور سے رواج ہے کہ میراث تقسیم کرنے سے پہلے ہی ایصال ثواب کی نیت سے مرنے والے کا مال دعوتوں میں اور آنے والے مہمانوں کی ضیافتوں میں خرچ کردیتے ہیں' اول تو اس میں بہت سی چیزیں بدعت ہوتی ہیں' دوسرے وارثوں کا مال ان کی بلا اجازت خرچ کردیا جاتا ہے' خصوصاً جبکہ وارثوں میں غائب بھی ہوتے ہیں' اور نابالغ لڑکے لڑکیاں بھی ہوتے ہیں' کسی سے اجازت نہیں لی جاتی' مال پر جس کا قبضہ ہے یا جو خاندان میں بڑا ہے وہی دعوتوں میں مال لٹاتا رہتا ہے' اگر حاضرین بالفرض اجازت دے بھی دیں تو جو لوگ غیر حاضر ہیں' ان سے اجازت نہیں لی جاتی اور نابالغ لڑکے اور لڑکیوں کا مال خرچ کرنا تو اجازت سے بھی جائز نہیں' کیونکہ ان کی اجازت معتبر نہیں' پھر یہ اخراجات ہوتے بھی ہیں ریاکاری کے طور پر' اللہ کی رضا کے لئے خرچ نہیں کئے جاتے' دکھاوے کے لئے اور لوگوں کے طعنوں سے بچنے کے لئے تیجہ' ساتواں' دسواں' چالیسواں کیا جاتا ہے' پھر ایک سال بعد برسی کی جاتی ہے' یہ سب ریاکاری ہے' شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے۔

☆......مرنے والوں کی بیویوں کو عموماً میراث نہیں دی جاتی' یہ بہت بڑا ظلم ہے' جبکہ قرآن کریم میں پوری تصریح کے ساتھ ان کا حصہ بتایا گیا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یعنی بیویوں کے لئے تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے (کل مال کا) چوتھا حصہ ہے' اگر تمہارے کوئی اولاد نہ ہو' سو اگر اولاد ہو تو ان کے لئے تمہارے چھوڑے ہوئے مال کا آٹھواں حصہ ہے۔"

غیر مسلموں کی طرح بہت سے لوگ تو بیویوں کا حصہ ہی تسلیم نہیں کرتے' اور جن لوگوں میں تھوڑی سی دین داری ہے' وہ یوں سمجھ کر مرنے والے کی بیوی کا حصہ دبا لیتے ہیں کہ اس نے طلب ہی نہیں کیا اور وہ نہ لینے پر راضی ہے' وہ چاہتی ہے کہ اولاد ہی کو مل جائے' یہ ان لوگوں کی خام خیالی ہے اور خود ساختہ بات نکالی ہے' واضح رہے کہ خاموشی کوئی اجازت نہیں

باقی صفحہ 14 پر

علم کی عظمت اور اس کے آداب

مولانا محمد حسان سکھروی

حسنِ ادب:

بلاشبہ وہ اہم ترین بات جس کی طرف ایک ذکی ذہین طالب علم کو اپنی چڑھتی جوانی میں سبقت کرنی چاہئے اور نفس کو اس کے حصول میں تھکا دینا چاہئے وہ حسن ادب ہے جو بہترین کردار ہے' جس کی عمدگی کی شہادت شریعت' عقل اور سلف صالحینؒ نے دی ہے چنانچہ فرمایا کہ حسن ادب ایک ہنرمند طالب علم کا زیور ہے جس کے ذریعے وہ پروان چڑھتا ہے اور بلندی کے مقامات طے کرتا ہے' اسی حسن ادب کی بناء پر علم میں نور پیدا ہوتا ہے' پختگی اور وسعت پیدا ہوتی ہے' جب حضرت قاضی امام ابو یوسفؒ سے ان کے درجے قضا تک پہنچنے کی بابت سوال کیا گیا تو حضرتؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

ما بلغ من بلغ الا بالحرمة

وما سقط من سقط الا بترک الحرمة

ترجمہ: ''کوئی بھی بلندیوں پر حسن ادب حاصل کئے بغیر نہیں پہنچا اور کوئی بھی بلندیوں سے نہیں گرا مگر حسن ادب کے ترک کرنے کی وجہ سے۔''

معلوم ہوا کہ حسن ادب ہی اصل چیز ہے جس کی وجہ سے طالب علم کے علم میں نور پیدا ہوتا ہے' اسی بناء پر وہ بلندیوں کا سفر طے کرتا ہے جہاں ہر کس وناکس کی رسائی ممکن نہیں اور فرمایا کہ محض پڑھنے پڑھانے سے علم تو حاصل ہو جاتا ہے مگر علم کا نور حاصل نہیں ہوتا علم کا نور تو اساتذہ اور کتابوں کے ادب سے حاصل ہوتا ہے۔

مشقت برداشت کرنا:

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے' جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حصول علم کے لئے مثالی کردار ادا کیا' جب سفر کا آغاز فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''او امضی حقبا الآیة'' (یونہی یعنی سالہا سال تک چلتا رہوں گا) باوجودیکہ یہ سفر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر لازم و واجب نہیں تھا مگر حصول فضائل کے لئے آپ نے اس پرمشقت سفر کو برداشت کیا' ایک جگہ ارشاد فرمایا: ''لقد لقینا من سفرنا هذا نصبا'' (ہمیں اس سفر میں بہت تکلیف پہنچی ہے) فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی شیخ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو بات چیت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سفر کا قصد ان الفاظ میں ظاہر فرمایا: ''هل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا'' (کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ جو مفید اور بھلی چیز آپ کو سکھائی گئی ہے اس میں سے آپ کچھ مجھ کو بھی سکھا دیں) یہ درحقیقت ایک درخواست تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں پیش فرمائی۔

بارہ آداب:

اس درخواست پیش کرنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جن جن آداب کا لحاظ رکھا' حضرت امام رازیؒ نے ان میں بارہ قسم کے انتہائی لطیف پیرائے کے آداب کو ذکر فرمایا ہے' طالب علم کو چاہئے کہ انہیں پڑھے یاد رکھے اور ذوق وشوق سے ان پر عمل کرے اور کامیابی حاصل کرے:

ا:.....لفظ ''هل اتبعک'' (کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں) ذکر فرما کر ظاہر فرمادیا کہ میں تابع ہوں گا اور شیخ متبوع ہوں گے۔

۲:.....اور اس اتباع کی اجازت بھی طلب فرمائی کہ مبادا شیخ کی طبیعت کے خلاف نہ ہو' اس میں انتہائی فروتنی اور تواضع کا ثبوت پایا جاتا ہے' جو طالب علم کے لئے لازمی ہے۔

۳:.....اور ''ان تعلمن'' (کہ آپ مجھے سکھا دیجئے) کا عنوان اپنے بارے میں لاعلمی کا اظہار ہے اور ساتھ ساتھ شیخ کے عالم ہونے کا اعتراف بھی ہے' جو ہر طالب علم کے لئے اہم سبق ہے۔

۴:.....اور ''مما علمت'' (جو مفید چیز آپ کو سکھائی گئی ہے اس میں سے کچھ مجھ کو بھی سکھا دیجئے) کے کلمات میں ''من'' تبعیضیہ کا ذکر اس بات کی غمازی کرتا

ہے کہ اپنا کچھ علم سکھا دیجئے' میرا مقصد علم میں شیخ کی برابری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطاء کردہ علوم میں سے بعض علوم کا حصول پیش نظر ہے۔

۵:...... اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آپ کو عطا کردہ علوم کا میں محتاج ہوں' وہ طالب علم ہی کیا جو اساتذہ کا محتاج نہ ہو۔

۶:...... حضرت موسیٰ علیہ السلام رشد وہدایت کے طلب گار تھے' جس سے لاعلمی اور انجانے پن کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور انسان اندھیرے سے نکل کر نور علم کا مشاہدہ کرتا ہے۔

۷:...... اور کلیم اللہ شیخ سے اس بات کی درخواست فرما رہے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ تعلیم میں وہی معاملہ فرمائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے ساتھ مہربانی کا معاملہ فرمایا ہے' چنانچہ ارشاد فرمایا: "ان تعلمن مما علمت رشدا" (کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ جو مفید اور اچھی چیز آپ کو سکھائی گئی ہے اس میں سے کچھ مجھ کو بھی سکھا دیجئے)۔

۸:...... فرمایا کہ اصل متابعت تو شاگرد کا استاد کے رنگ میں رنگ جانا ہے' شاگرد استاد کے ارشادات کو بلاچوں چرا قبول کرے' اس کے سامنے حیل وحجت نہ کرے اور کٹ حجتی سے ہمیشہ باز رہے۔ اسی معنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے: "انا عبد من علمنی حرفا" (میں غلام ہوں ہر اس شخص کا جس نے مجھے ایک حرف سکھایا)۔

۹:...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اتبعک" (کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں؟) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اتباع ہر ہر چیز میں ہے' کسی خاص چیز کی قید نہیں ہے۔

۱۰:...... باوجود یکہ شاگرد بڑے بڑے مناقب پر فائز تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے علوم پر احاطہ دیا تھا جو بارونق اور باسعادت تھے' لیکن پھر بھی ان میں اعلیٰ درجہ کی طلب تھی اور اصحاب علم کی تعظیم کامل اور مکمل تھی جو مطلوب ہے۔

۱۱:...... تلمیذ نے "اتبع" پہلے اور "ان تعلمن" کا لفظ بعد میں ذکر کر کے اشارہ فرمادیا' اس بات کی طرف کہ میں پہلے خادم ہوں بعد میں متعلم' اس ادب کی جتنی بھی افادیت بیان کی جائے کم ہے' آج کل طلباء میں یہ وصف عنقا ہو چکا ہے' الا ماشاء اللہ۔

۱۲:...... اور اتباع وخدمت پر کوئی عوض طلب نہیں فرمایا بلکہ "ان تعلمن" فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ اس اتباع کے بدلے میں کوئی مال وجاہ طلب نہیں کرتا بلکہ میری غایت تو صرف طلب علم ہی ہے۔

اس واقعے سے یہ بارہ آداب علم معلوم ہوئے' لیکن ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کمال ادب اور تواضع و انکساری میں مثالی کردار بھی معلوم ہوا' "فاعتبروا یا اولی الابصار" (اے بصیرت والو! عبرت لو!!)

حصول ادب کے طریقے:

اسی طرح حضرت امام شافعیؒ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے ادب کیسے حاصل کیا؟ جواب میں ارشاد فرمایا: جیسے ماں اپنے گمشدہ اکلوتے بیٹے کو بے صبری اور بے چینی کی حالت میں تلاش کرتی ہے اسی طرح میں نے بھی ادب حاصل کیا اور جستجو میں لگا رہا۔ اسی طرح جب حضرت لقمان حکیم سے پوچھا گیا کہ آپ نے ادب کیسے حاصل کیا؟ فرمایا: بے ادبوں سے۔ اللہ اکبر! فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی جلالت شان کے باوجود حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی باگ تھام کر ان کے آگے آگے چلتے تھے' ان سے کہا گیا کہ آپ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور آپ ایک انصاری صحابی کی باگ تھامے ہوئے ہیں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں ارشاد فرمایا: "انه ينبغي للحبر ان يعظم ويشرف" (بڑے عالم کے لئے مناسب ہے کہ اس کی تعظیم وتکریم کی جائے) مزید ارشاد فرمایا: میں نے طالب علم بن کر ذلت اختیار کی تو مجھے مطلوب بن کر عزت دی گئی۔ اب عزت چاہنے والے کے لئے یہی طریقہ ہے کہ عاجزی اور خدمت استاد اختیار کریں۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر علم انصار کے قبیلے کے پاس پایا ہے اور فرمایا کہ میں ان میں سے کسی ایک کے دروازے پر قیلولہ کرتا تھا' اگر میں چاہتا تو مجھے اجازت مل جاتی مگر میں اس کے ذریعے سے ان کے دل کی خوشنودی چاہتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن کریم سیکھنے کے لئے جایا کرتے تھے' چنانچہ آپ ان کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے مگر دستک نہ دیتے' اس بات کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے برا جانا کہ نبی کے چچازاد بھائی میرے دروازے پر اس طرح تکلیف اٹھائیں' تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ آپ نے دروازہ کیوں نہ کھٹکھٹایا؟ تو جواب دیا کہ عالم شخص ہماری قوم میں ایسے ہیں' جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں "ولو انهم صبروا حتى تخرج اليهم لكان خيرا لهم الخ" (اور اگر یہ لوگ ذرا صبر سے کام لیتے یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس تشریف لے آتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا' اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے)

باقی صفحہ 19 پر

مرسلہ: مولانا محمد نذر عثمانی

جواب

جاوید چوہدری

بچہ سمجھدار ہو گیا۔ وہ پوچھتا تھا "بابا میرے نام کے ساتھ "محمد" کیوں ہے" وہ یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ "ہمارے آگے پیچھے ہندو سکھ عیسائی اور پارسی ہیں' ہم لوگ ان سے مختلف کیسے ہیں؟" والدین بچے کو جواب دے دے کر تھک گئے تو انہوں نے سوچا کہ بچے کو کسی ایسی درس گاہ میں داخل کرا دیا جائے جہاں ان تمام سوالوں کے جواب موجود ہوں۔ ایک روز والد نے بچے کی انگلی پکڑی اور اسے بولٹن مارکیٹ (کراچی) کے قریب ایک پسماندہ عمارت میں چھوڑ آئے۔ اس عمارت میں تمام سوالوں کے جواب موجود تھے۔ بچہ تھوڑی مدت تک اس عمارت میں رہا' اس کے بعد وہ دوسری عمارتوں میں چلا گیا' وہاں سے لندن گیا' پھر بیرسٹر بنا' پھر سیاستدان اور آخر میں دنیا کے سب سے بڑے اسلامی ملک کا بانی لیکن وہ عمارت آخری سانس تک اس کے ذہن' اس کے دماغ میں رہی۔ جب وصیت کا وقت آیا تو اس نے اپنی جائیداد کا ایک حصہ اس عمارت اور اس عمارت میں قائم درس گاہ کے نام کر دیا۔ یہ بچہ قائداعظم تھا اور اس عمارت اور اس عمارت میں قائم درس گاہ کا نام "سندھ مدرسۃ الاسلام"۔ یہ درس گاہ بھی ایک مدرسہ تھا جو عام مولویوں سے فارغ التحصیل ایک شخص نے قائم کیا تھا اور جس نے آگے چل کر قائداعظم جیسے بے شمار مسلمان بچوں کے سوالوں کا جواب دیا اور یہی جواب تھے جو انہیں پاکستان کے قیام تک لے گئے۔ شہاب الدین غوری اور محمود غزنوی افغانستان کے وہ جرنیل تھے جو ہندوستان میں داخل ہوئے تو مسلم تہذیب' اسلامی روایات اور تصوف ان کے ساتھ تھا۔ یہ تصوف حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کی شکل میں ہو' حضرت داتا گنج بخشؒ یا پھر حضرت خواجہ محمد نقشبندی کی صورت میں۔ صوفیائے کرام کے تینوں سلسلوں چشتی' سہروردی اور نقشبندی کی اساس کم و بیش افغانستان ہی ہے۔ ان سلسلوں نے مسلم فاتحین کے پیچھے پیچھے درہ خیبر عبور کیا اور ہندوستان میں اپنی اپنی درس گاہیں کھولیں۔ یہ درس گاہیں اس خطے کے پہلے مدرسے تھے۔ ان مدرسوں سے نکلنے والے طالب علم ہندوستان بھر میں پھیلے۔ انہوں نے مسجدیں بنائیں' لوگوں میں تبلیغ کی اور انہیں قرآن' حدیث اور فقہ کی تعلیم دی' یوں مدرسوں کا کلچر شہر شہر' گلی گلی محلے محلے پھیل گیا۔ آج برصغیر پاک و ہند میں پچاس کروڑ مسلمان ہیں' ہم اگر ان نصف ارب مسلمانوں کا شجرہ نسب دیکھیں تو ان میں کہیں نہ کہیں' کوئی نہ کوئی مدرسہ ضرور ملے گا۔ ہندوستان کی ہزار سالہ مسلم تاریخ میں مدرسوں کے بعد فارسی دوسرا ناقابل فراموش نقش ہے' لوگ سمجھتے ہیں کہ اس فارسی کا باعث ایرانی اثر و رسوخ ہے۔ یہ بھی ایک تاریخی مغالطہ ہے' ہندوستان میں فارسی افغان لے کر آئے تھے اور اس فارسی اور ایرانی فارسی میں وہی فرق ہے جو ہندکو اور پنجابی میں ہے۔ دوسرا اگر افغانستان اور ہندوستان اور بعد ازاں افغانستان اور پاکستان کا تہذیبی جائزہ لیں تو ان میں صرف ایک ہی قدر مشترک ہے اور اس کا نام ہے مدرسہ۔ افغانستان میں مدرسہ کلچر کی تاریخ چودہ سو سال پرانی ہے اور ہوا اور پانی کی طرح یہ روایت بھی درہ خیبر ہی کے ذریعے اس خطے تک پہنچی تھی اور دور خواہ بابر کا ہو' اورنگ زیب یا پھر لارڈ ماؤنٹ بیٹن' کا غزنی' ہرات اور قندھار کا طالب علم ملتان' دہلی اور پانی پت تک یوں آتا جاتا تھا جیسے سائبیریا کے پرندے گرم ساحلوں تک' قیام پاکستان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ افغانستان میں روس کے خلاف جہاد بھی مدرسوں ہی سے شروع ہوا۔ پھر وہاں سے گھروں' محلوں اور بازاروں تک' یوں پورا ملک اس کلچر میں رنگ گیا۔ یہ چیز اچھی تھی یا بری' ہم اس بحث میں نہیں الجھتے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ شروع کہاں سے ہوئی؟ اس کا ایک ہی ماخذ ایک ہی (Origin) تھا اور اس کا نام افغانستان ہے۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اس وقت بھی پاکستان میں ۶ ہزار ۷ سو ۶۱ بڑے مدرسے ہیں جن میں ۹ لاکھ طالب علم پڑھ رہے ہیں۔ صرف پنجاب کے ۸ شہروں میں قائم مدرسوں میں ۲ لاکھ ۵۲ ہزار ایک سو ۲۵ طالب علم ہیں' ان مدرسوں میں سے ۷۰ فیصد دارالعلوم سرکاری امداد کے بغیر چل رہے ہیں جبکہ یہ ہر سال ملک کو لاکھوں کی تعداد میں پڑھے لکھے نوجوان دیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں پورے ملک میں ۹۲۵ مردانہ' ۳۸۲ زنانہ کالج اور ۱۷ ہزار ۵ سو ہائی اسکول ہیں۔ ان پر حکومت ہر سال ۶۹ ارب ۸۷ ہزار ۴۰ لاکھ روپے خرچ کرتی ہے لیکن یہ تعلیمی ادارے مدرسوں سے آدھے طالب علم پیدا کرتے ہیں۔ خود صدر پرویز مشرف نے کہا تھا کہ دنیا میں مدرسوں جیسا دوسرا تعلیمی نیٹ ورک نہیں۔ یہ اس نیٹ ورک کی کامیابی ہے کہ

اس وقت امریکہ جیسے ملک میں ۱۹۵ مدرسے ہیں‘ جنہیں مسلمانوں کی ۳۲۶ تنظیمیں چلارہی ہیں۔ ماضی کے ان مدرسوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے سر سید احمد خان اور ان مدرسوں کی ذرا سی جدید شکل نے علامہ اقبال سے لے کر قائد اعظم تک بے شمار مشاہیر‘ رہنما اور سیاستدان پیدا کئے۔ اب بھی یہ مدرسے کسی نہ کسی شکل میں اسلام کو زندہ رکھے ہوئے ہیں‘ لیکن کچھ مقتدر افغان شخصیات مطالبہ کررہی ہیں کہ جنرل مشرف ان میں سے کچھ مدرسوں پر پابندی لگادیں۔ ان مدرسوں پر جو بے آسرا غریب اور نادار بچوں کو روٹی بھی دیتے ہیں‘ کپڑے بھی‘ چھت بھی‘ علم بھی اور حلم بھی۔ جو لوگوں کو اس غربت‘ جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ انسان کو کفر تک لے جاتی ہے‘ اس سے نکال کر اللہ کے حضور لا کھڑا کرتے ہیں‘ کچھ لوگ ان مدرسوں پر پابندی کے خواہاں ہیں‘ ٹھیک ہے لگادیں‘ پابندی لگادیں کہ اس عہد میں سچ وہی ہے جس کے ماتھے پر (Made in USA) کی مہر لگی ہے لیکن بس اتنی عرض ہے کہ اس پابندی کا آغاز ہجویر‘ غزنی‘ ہرات اور قندھار کے ان محلوں سے ہونا چاہئے‘ جس کی خاک میں آج بھی سینکڑوں‘ ہزاروں مدرسے تڑپ رہے ہیں‘ جس کے ہر فرد کے پاؤں پر ان راستوں کی دھول ہے جن میں کوئی نہ کوئی مدرسہ‘ کوئی نہ کوئی خانقاہ پڑتی ہے‘ عجیب بات نہیں کہ جہاں سے یہ دریا نکلتا ہے وہاں تو جناب کرزئی ایک پتھر تک نہیں رکھتے‘ وہاں تو ملا عمر تک کا مدرسہ قائم ہے لیکن جہاں اس کے پاٹ پھیل جاتے ہیں وہاں پابندی کا مطالبہ کیا جارہا ہے‘ کیوں؟ شاید اس لئے تو نہیں کہ پچیس‘ تیس‘ پچاس برس بعد جب کوئی پاکستانی بچہ اپنے والد سے پوچھے کہ میرے نام کے ساتھ ”محمد“ کیوں آتا ہے؟ تو اس کے والد کو اس ملک میں کوئی ایسی جگہ نہ ملے جہاں بچے کے سوالوں کا جواب موجود ہو۔ ☆☆..........☆☆

توجہ فرمائیں:

عید الفطر کی تعطیلات کے باعث شمارہ ۲۶‘ ۲۷ کو یکجا کردیا گیا ہے۔ قارئین اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔

(ادارہ)

رمضان المبارک کے مہینے میں اپنی زکوٰۃ غریب مستحق اور نادار طلبہ کو دیجئے۔ 1951ء سے قائم شدہ اسٹوڈنٹس ویلفیئر آرگنائزیشن 9 1 تعلیمی پروجیکٹس پر کام کررہی ہے اب تک سارھے اٹھارہ لاکھ سے زائد غریب اور مستحق طلباء و طالبات کی سرپرستی کرچکی ہے۔ اوسطاً تعلیمی خرچ 975/- روپے فی طالب علم ہے۔

Student Welfare Organisation

جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا (رجسٹرڈ)

میں اکابر علماءِ کرام ومشائخ عظام کی مشاورت اور دعاؤں سے شوال المکرم ۱۴۲۴ھ سے

دورہ حدیث

کا اجرأ کیا جارہا ھے انشاء اللہ

جامعہ کا اجمالی خاکہ: ☆۱۹۵۶ء میں جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کی بنیاد استاذ العلماء حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ ☆۱۹۸۲ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کو حکومتِ پنجاب سے باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا۔ ☆۱۹۹۷ء میں جامعہ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ ۱۹۹۷ء سے اب تک ۱۱۱۳ طلبہ درجہ کتب میں اور ۱۰۴۳ طلبہ درجہ حفظ میں داخل ہوئے اور باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ ☆۱۹۹۷ء سے اب تک ۶۲ طلبہ درجہ موقوف علیہ اور ۱۱۵ طلبہ شعبہ حفظ سے فارغ ہوچکے ہیں۔ ☆گزشتہ چار سال سے جامعہ میں درجہ موقوف علیہ تک درجات تعلیم تھے۔ اکابر علماء ومشائخ کی دعاؤں‘ مشاورت اور حکم سے آئندہ تعلیمی سال شوال المکرم ۱۴۲۴ھ سے بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ دورۂ حدیث شریف کا اجراء کیا جارہا ہے متعلقین واحباب سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے‘ دورۂ حدیث شریف کے طلبہ داخلہ کے دنوں میں ہی رابطہ فرمائیں۔

خصوصیات: ☆باصلاحیت‘ محنتی‘ نیک اور صالح اساتذہ کرام‘ ☆تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی خصوصی توجہ‘ ☆خالص تعلیمی ماحول‘ ☆اوقات اسباق وتکرار ومطالعہ کی مکمل نگرانی‘ ☆مستحق طلبہ کی مکمل کفالت‘ ☆دورۂ حدیث ودرجہ موقوف علیہ کے لئے عمومی ودیگر درجات کے مستحق طلبہ کے لئے وظائف کا اجراء‘ ☆حاضری کے پابند اور نمایاں تعلیمی کارکردگی کے حامل طلبہ کے لئے انعامی وظائف کا اجراء‘ ☆عوام الناس کو روز مرہ پیش آنے والے مسائل کے لئے دارالافتاء منظم انداز سے کام کررہا ہے‘ جس سے اب تک سینکڑوں فتاویٰ جاری ہوچکے ہیں‘ ☆وفاق المدارس میں جامعہ کے نتائج حوصلہ افزا رہے ہیں۔

اعلان داخلہ: درجہ کتب (درس نظامی) از ابتدائیہ تا دورۂ حدیث شریف کے قدیم وجدید طلبہ کا داخلہ مورخہ ۸/شوال المکرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۳/دسمبر ۲۰۰۳ء بروز بدھ شروع ہوگا انشاءاللہ۔ ہفتہ بھر داخلہ جاری رہ کر مورخہ ۱۵/شوال المکرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۰/دسمبر ۲۰۰۳ء بروز بدھ باقاعدہ پڑھائی شروع ہوجائے گی۔ انشاءاللہ۔ داخلہ کے خواہش مند طلبہ داخلہ کے دنوں میں ہی رابطہ فرمائیں!

فون: 213297 220758

جامعہ مفتاح العلوم (رجسٹرڈ) چوک سیٹلائٹ ٹاؤن‘ سرگودھا

رعایتی قیمت

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

رعایتی قیمت

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ پروفیسر محمد الیاس برنیؒ قیمت: 150 روپے	مقدمہ قادیانی مذہب پروفیسر محمد الیاس برنیؒ قیمت: 75 روپے	خاتم النبیین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ قیمت: 75 روپے	رئیس قادیان مولانا محمد رفیق دلاوریؒ قیمت: 100 روپے	آئینہ قادیانیت مولانا اللہ وسایا قیمت: 50
تحفۂ قادیانیت (جلد اول) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ قیمت: 150 روپے	تحفۂ قادیانیت (جلد دوم) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ قیمت: 150 روپے	تحفۂ قادیانیت (جلد سوم) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ قیمت: 150 روپے	تحفۂ قادیانیت (جلد چہارم) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ قیمت: 150 روپے	تحفۂ قادیانیت (جلد پنجم) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ قیمت: 150
احتساب قادیانیت (جلد اول) مولانا لال حسین اخترؒ قیمت: 100 روپے	احتساب قادیانیت (جلد دوم) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد سوم) مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد چہارم) علامہ کشمیریؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت عثمانیؒ، حضرت میرٹھیؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد پنجم) مولانا سید محمد علی مونگیریؒ قیمت: 125 روپے
احتساب قادیانیت (جلد ششم) قاضی سلیمان منصور پوریؒ، پروفیسر یوسف سلیم چشتی قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد ہفتم) مولانا سید محمد علی مونگیریؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد ہشتم) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد نہم) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد دہم) مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ قیمت: 125 روپے
قومی تاریخی دستاویز مولانا اللہ وسایا قیمت: 100 روپے	قادیانی شبہات کے جوابات مولانا اللہ وسایا قیمت: 60 روپے	رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام مولانا عبداللطیف مسعودؒ قیمت: 100 روپے	سوانح مولانا تاج محمودؒ صاحبزادہ طارق محمود قیمت: 100 روپے	اٹھارہ اہم پیشگوئیاں مولانا محمد اقبال رنگونی قیمت: 20 روپے

نوٹ: تحفۂ قادیانیت مکمل سیٹ 600 روپے، احتساب قادیانیت مکمل سیٹ 1,000

ڈاک خرچ کتب منگوانے والے حضرات کے ذمہ ہوگا

پتہ: ناظم دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 514122

REGD. NO. SS-160

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

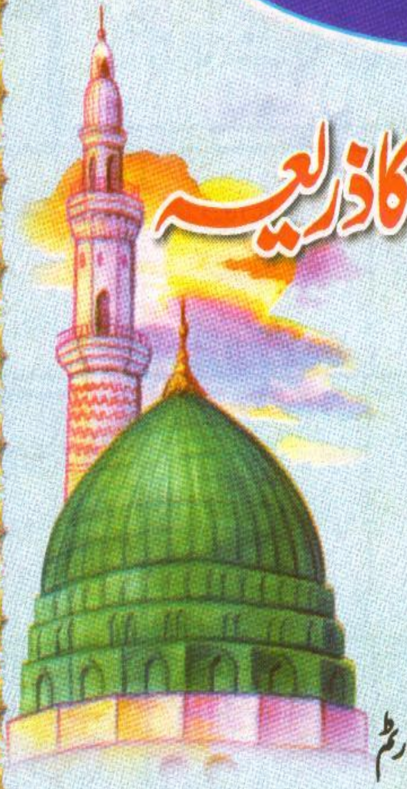

شفاعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سد باب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاترِ ختم نبوت، دار التصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے
زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرہ، عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو عنایت فرمائیں

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 514122-583486 فیکس: 542277

اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان۔

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 7780337 فیکس: 7780340

اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ: مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں

نوٹ: رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے

اپیل کنندگان:

(مولانا) خواجہ خان محمد	سید نفیس الحسینی	(مولانا) عزیز الرحمن
امیر مرکزیہ	نائب امیر مرکزیہ	ناظم اعلیٰ